رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عاں

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عاں

قیمت فی پرچہ (۲)

قیمت فی پرچہ (۲)

جلد ۴ | ۹ آذر ۱۳۵۴ ف | ۲۶ شوال ۱۳۶۳ ھ | ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر (۲۷)

ہندوستان کو آزادی ملنی چاہیے

سلطنت برطانیہ کا مستقبل برٹرانڈرسل کی نظر میں

امریکہ سے واپسی کے بعد برٹرانڈرسل نے یہ رائے ظاہر کی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ ایک اور عالم گیر جنگ ہوگی مگر ہمارے زمانہ میں نہیں ۔

انگلستان کا موقف

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ جنگ کے بعد کے زمانہ میں کس چیز کے وقوع پذیر ہونے کی توقع ہے برٹرانڈرسل نے ایک مایوس کن نقطۂ نظر اختیار کیا ۔ انھوں نے کہا کہ برطانیہ ایک درجہ دوم کی طاقت بن گیا ہے لیکن یہاں اکثر لوگ اس بات کو محسوس نہیں کرتے ۔ انگلستان کی طاقت کا راز یہ تھا کہ اس کو صنعت میں زیادہ ترقی حاصل تھی اور یہ سب سے بڑی بحری قوت کا مالک تھا لیکن اب ایسا نہیں ہے ۔ صنعتوں میں اب امریکہ اور روس سب سے زیادہ قوی ہیں ہم ان سے مسابقت کی امید نہیں رکھ سکتے ۔ یہاں بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ شہنشاہیت کے ذریعہ ہم اس کمی کو پورا کر سکتے ہیں لیکن ان کو اہمیت حاصل نہیں ہے ۔ ہم سلطنت کو برقرار رکھنے کی امید نہیں رکھ سکتے ۔ ہندوستان کو آزادی ملنی چاہیے ورنہ اس کے لئے طاقت اور روپیہ کے نقصان کے ذریعہ لیکن ہمیں اس واقعہ سے دوچار رہنا چاہیے ۔

ایک درجہ اول کی طاقت سے درجہ دوم کی طاقت میں تبدیلی مشکلات سے خالی نہیں ۔ موجودہ معاشی حالات میں مشکلات سے نمٹنے کے لئے کافی صنعت کی ضرورت ہے ۔

مشرق بعید

مشرق بعید سے متعلق برٹرانڈرسل نے جس بابت وہ کافی واقفیت رکھتے ہیں یہ خیال ظاہر کیا کہ مجھے شک ہے کہ انگلستان وہاں اپنی سامراجیت سے آسانی سے دست بردار ہوگا ۔ انگلستان کے لئے وہاں ربر ٹیل اور ٹن کافی جاذب نظر ہیں ۔ اس کے بجائے ہم امریکہ کی تیل کی کمپنیوں اور دوسرے مفادات سے معاملہ کر سکتے ہیں ۔ اس سے ایک انگلو امریکن تجارتی شہنشاہیت وجود میں آئے گی جو اس وجہ کو ختم کرنے میں شریک ہوگی ۔ امید ہے موجودہ جنگ کے بعد بالآخر مشرق میں سفید فام قوموں کی بالادستی ختم ہو جائے گی ۔ چین فوجی اعتبار سے ترقی کرے گا اور قوی ہو جائے گا ۔ ہندوستان ، چین اور جاپان اپنی بڑھتی ہوئی آبادی اور اقتدار اور دولت میں اپنے غیر متناسب حصہ کی وجہ سے موجودہ حالات سے جیسے کہ مطمئن نہیں رہ سکتے ۔

چین و جاپان

مسٹر رسل نے یہ بھی خیال ظاہر کیا کہ روس کو اب چین کے کمیونسٹوں سے دلچسپی نہیں ہے لیکن اگر اتفاق واقع ہو تو وہ کمیونسٹوں کا ساتھ دے گا ۔ امریکہ اور انگلستان کی ہمدردیاں کومنتانگ (چین کی قومی جماعت) سے ہیں جو جنگ ختم ہونے پر غلط نظر آتی ہے ۔

جاپان کی نسبت مسٹر رسل کا خیال ہے کہ کسی آئندہ نوبت پر چین اور جاپان کا اتحاد ناممکن نہیں ہے بشرطیکہ جاپان کی پوری طرح شکست ہوگی اور اس پر متحدین کا قبضہ ہوگا ۔ جاپان میں اعتدال پسندوں کی تعداد کافی ہے لیکن اب وہ بالکل خاموش ہیں ۔

آسٹریلیا

مسٹر رسل نے کہا کہ آسٹریلیا بحری تفوق کے ذریعہ سفید فام قوم کا ملک رہے گا ۔ دوران جنگ میں آسٹریلیا کو اپنی حفاظت کے لئے امریکہ پر انحصار کرنا پڑا اور آئندہ بھی اس کو امریکہ پر زیادہ انحصار کرنا پڑے گا ۔

عالمی وفاق

یورپ اور مشرق بعید کے مسائل سے متعلق دوسرا برطانیہ اور امریکہ کے دوران گفتگو روس کی نسبت مسٹر رسل نے یہ رائے ظاہر کی کہ ایک عالمی وفاق ہی جو ہر طرح مداخلت کی ضرورت ہو سکتی ہو اس کا فیصلہ کر سکتا ہے بشرطیکہ اس وفاق کے قومی فوجوں کا استعمال خود مدافعانہ اقدام کے لئے جب تک کہ ان قوموں کو جیسی کہ ہماری قوم ہے اور جن کو بہت زیادہ واسطہ ہے انصاف پسندی کی خاطر دوسروں کے لئے ایثار کرنے پر آمادہ ہو جانا چاہیے ۔ تمام امن کے لئے ضروری ہے کہ بڑی قوموں میں اتحاد ہو جائے کہ جارحانہ جنگ سے اجتناب کیا جائے ۔ جب تک موجودہ جنگ کی یاد باقی رہے گی یہ امکان موجود رہے گا اور اس اتحاد کے لئے جنگ سے پہلے کے مقابلہ میں بہت کچھ کیا جا سکتا ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ موقع سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا جائے گا ۔

بین الاقوامی اشتراکیت

اس خیال کے اظہار کے بعد کہ یہ جاننا مشکل ہے کہ یورپ میں کس قسم کی تبدیلی ہوگی مسٹر رسل نے یہ پیشین گوئی کی کہ فن لینڈ ، پولینڈ اور سویڈن کے سوا تمام یورپ بیجا طور پر روس کے زیر اثر ہوگا ۔ اگر یہ حالات جاری رہیں گے تو دنیا ایک ایسی بین الاقوامی اشتراکیت کی طرف بڑھے گی جو ایک عالمی حکومت ہو اور جس کا نظام ... [illegible]

مملکت ہفتہ وار

جلد ۴	۹ر آذر سنہ ۵۶ف	نمبر ۲۷

سنہ ۵۶ف کا غذائی لائحہ عمل

اخبارات میں اس وقت تک جو خبریں شائع ہوئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت سرکار عالی نے سنہ ۵۶ف کے دوران میں (۳۰) لاکھ ٹن اجناس خوردنی فراہم کرنے کا تہیہ کیا ہے ———— (۳) لاکھ ٹن بذریعہ لیوی اور (۱۲) لاکھ ٹن خوش خریدی کے ذریعہ

اگر یہ صحیح ہے کہ ملک کی عمومی پیداوار (۲۲) لاکھ ٹن سے کچھ بیش ہوتی ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت نے جس مقدار کی فراہمی کا تہیہ کیا ہے وہ بہت کم ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ حکومت کل پیداوار کا (۲۰) فی صد حاصل کرنا چاہتی ہے اور اس (۲۰) فی صد کی مقدار سے تمام شہری رقبہ جات، متاثرہ اضلاع کے دیہی علاقوں کی غیر زرعی آبادی، ریلوے، معدن ہائے زغال اور کارخانہ جات کی ضروریات پورا کرنا چاہتی ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو سنہ ۵۵ف کے آخری زمانہ میں رونما ہوا جبکہ (۲) لاکھ ٹن غلہ کی کمی محسوس ہوئی۔ ہماری رائے میں حکومت کو خوش خریدی کے ذریعہ اتنا ہی غلہ حاصل کرنا چاہئے جتنا وہ لیوی کے ذریعہ وصول کرنا چاہتی ہے۔ اس طرح (۲۰) لاکھ ٹن غلہ حاصل ہوگا جس کے بعد حکومت کو کسی پریشانی کا سامنا نہ ہوگا۔ مگر (۳) لاکھ ٹن کی خریدی کا کام حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کے ذریعہ سے قطعاً تکمیل نہ پاسکے گا جیسا کہ گزشتہ کا تجربہ شاہد ہے۔ اس کے لئے وہی کرنا ہوگا جو نواب مہدی نواز جنگ بہادر نے کیا تھا یعنے غلہ کی خریدی کا کام انجمن ہائے امداد باہمی کے سپرد کیا جائے۔ فراہمی غلہ سے متعلق حکومت کو ہمارا مشورہ یہ ہے کہ وہ اپنا نصب العین (۲۰) لاکھ ٹن کی مقدار کو قرار دے اور فصل کے دروہونے کے زمانے ہی سے یعنے لیوی کے ساتھ ساتھ خریداری شروع کر دے۔ حکومت کا یہ فیصلہ درست ہے کہ خریداری کے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے عہدہ داران مال کا تعاون حاصل کیا جائے اور تعلقداران صاحبان کے پاس اس غرض کے لئے کثیر رقوم بطور امانت رکھی جائیں تاکہ غلہ کی قیمت فوراً ادا کی جا سکے۔ اسی طرح تحصیلداروں کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر معاملہ بوقت واحد سو چلے سے زیادہ نہ ہو تو وہ اپنی ذمہ داری پر خزانہ سے قیمت فوراً ادا کریں۔ عہدہ داران مال کو ان سہولتوں کی شدید ضرورت تھی اور اب جبکہ یہ سہولتیں حاصل ہو چکی ہیں ہمیں یقین ہے کہ (۳) لاکھ ٹن کی خریداری کوئی مشکل کام نہیں۔

گوداموں کے انتظام سے متعلق حکومت نے جو اصلاحی قدم اٹھایا ہے وہ ہر طرح مستحق خیر مقدم ہے۔ ساہوکاروں اور بیوپاریوں نے گوداموں کے انتظامات اپنے ہاتھ میں لے کر ایک طرف کاشتکاروں کو اذیت پہونچائی اور دوسری طرف نہ تو غلہ کی اچھی طرح حفاظت کی اور نہ اس کی صحیح طریقہ پر درجہ بندی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کاشتکار اور مہاجنین دونوں ان کی دست درازیوں سے پریشان ہو گئے اور اس کی ساری ذمہ داری عوام نے لاعلمی کی وجہ سے حکومت پر عائد کر دی۔ ہمیں قوی شبہ ہے کہ حکومت کی غذائی پالیسی کو ناکام کرنے کی غرض سے اس مخصوص طبقہ نے گوداموں کے انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لئے تھے۔ بہت اچھا ہوا کہ یہ انتظامات ان سے چھین لئے گئے اور امداد باہمی کی انجمنوں کے سپرد کئے گئے۔ یہ انجمنیں زیادہ تر کاشتکار اور مہاجنین پر مشتمل ہیں اور ہمیں توقع ہے کہ یہ کام بہتر طریقہ پر چلایا جائے گا۔ مولوی رضی الدین صاحب کی محکمہ رسد میں منتقلی کی وجہ سے سررشتہ امداد باہمی ایک اچھے افسر سے محروم ہو گیا لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ محکمہ رسد کو مولوی رضی الدین صاحب کی زیادہ ضرورت تھی۔ تاہم مولوی تجمل حسین صاحب جو اس اہم سررشتہ کے ناظم مقرر ہوئے ہیں انتظامی صلاحیتوں کے حامل ہیں اور وہ اس امر سے بخوبی واقف ہوں گے کہ فراہمی اجناس کا اہم کام ان کی تنظیمی قوت کے صحیح استعمال پر منحصر ہے۔ اگر غلہ ضروری مقدار میں فراہم نہ ہو یا گودام کے انتظامات ٹھیک نہ رہے تو محکمہ رسد کی ساری کوششوں پر پانی پھر جائے گا۔ چونکہ لیوی کا غلہ جمع کرنے، بازار سے غلہ خریدنے اور اس غلہ کی حفاظت کرنے کے فرائض انجمن ہائے امداد باہمی سے متعلق کئے جا رہے ہیں اس لئے یہ بالکل ایک فطری اور مستوقع امر ہے کہ تاجر پیشہ طبقہ خاص کر ساہوکار اور کومٹی وغیرہ انجمن ہائے امداد باہمی کے مساعی کو ناکام کرنے کی کوشش کریں گے۔ مولوی تجمل حسین صاحب کو چوکنا رہنے کی ضرورت ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا کہ وہ ہر ضلع کے عہدہ داران مال سے صحیح حکمت عملی کے ذریعہ تعاون حاصل کریں۔

یہ امر موجب طمانیت ہے کہ حکومت سرکار عالی نے نہ صرف گوداموں کی تعداد میں اضافہ کرنے کا تہیہ کیا ہے بلکہ ان گوداموں کے لئے پختہ عمارتوں کی تعمیر کی بھی منظوری دیدی ہے۔ اسوسی ایٹڈ پریس کے بیان کے مطابق تقریباً تین سو گوداموں کی تعمیر حکومت کے پیش نظر ہے۔ اس سے یقیناً یہ فائدہ ہوگا کہ غلہ اچھی حالت میں رہے گا۔

حمل و نقل کے انتظامات پر بڑی سرعت اور کفایت شعاری کو پیش نظر رکھا جا رہا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بنڈیوں کے علاوہ بنجاروں کے ٹانڈے اور دوسرے ذرائع بھی استعمال کئے جائیں گے۔ ایک خبر رساں ایجنسی کا بیان ہے کہ سنہ ۵۶ف کے دوران میں حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کے پاس دو سو سے زائد لاریاں کام کریں گی اور بری فوج کے عہدہ داروں نے بھی اپنی لاریاں غلہ کے حمل و نقل کے لئے مستعار دینے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن سب سے اہم سوال ریلوے کے ذریعہ حمل و نقل کا ہے۔ ہم نے اپنی اکتوبر کی اشاعت میں حکومت کو توجہ دلائی تھی کہ:

> "وہ محکمہ ریلوے کے قوانین حمل و نقل پر ایک ماہرانہ نظر ڈال کر دیکھے کہ کیا ان قوانین میں ایسی کوئی لچک موجود ہے جس سے بددیانت تاجر ناجائز فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ایک اور امر جو بطور خاص غور طلب ہے یہ ہے کہ کیا اشیائے خوردنی کے حمل و نقل کی مد میں صدہا ناظر رسد سرکار عالی کو محدود ریلوے پر بھی اختیارات ———— عارضی طور پر دئے ہی ———— نہیں عطا کئے جا سکتے جن کے ذریعہ وہ اس قابل ہوں کہ اشیائے خوردنی کو اپنے علم و اجازت کے بغیر باہر جانے سے روک سکے۔"

آج ہم پھر اس امر کو دہرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ محدود ریلوے میں محکمہ رسد کا عمل دخل ضروری ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی طے ہونا چاہئے کہ بجز حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کے کسی تاجر کو اس وقت تک ویگن نہیں دیا جائے گا جب تک کہ وہ محکمہ رسد یا کمرشیل کارپوریشن یا تعلقداران صاحبان کا تحریری اجازت نامہ حاصل نہ کرے۔ اور نیز جو مال بھی روانہ کیا جائے وہ اطلاع میں تعلقداران صاحبان کے نام اور بلدہ و سکندرآباد میں کمرشیل کے کارپوریشن کے نام روانہ کیا جائے۔ اس انتظام کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ تعقیبی برآمدات اور چوربازار کا بڑی حد تک قلع قمع ہو جائے گا جیسا کہ مولوی ابوالحسن سید علی صاحب نے مرکزی مشاورتی مجلس اغذیہ کے حالیہ اجلاس میں بیان کیا ہے۔

حاصل حکومت دستاروں کی مقدار اور ان کے حمل و توضیع کا صحیح
علم حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ عمال
حکومت نااہل یا بیوقوف ہیں بلکہ اس ناکامی کی
بڑی وجہ یہ ہے کہ مالدار ذخیرہ اندوزوں نے غریب و متوسط
حال کی بڑی بڑی رقمیں دے کر انہیں اپنے دانتوں سے محروم
کر دیا۔ جو سنہ گزشتہ میں بھی پیدا ہونے والا ہے آج محکمہ رسد
نکال دیا اور کوتاہی کا دوسرے الفاظ میں مسٹر محمد حسن کو ان
کی منصب کرنا چاہئے۔ اناج کی مقدار سے آپ ملک کی
آبادی کی ضروریات کی تعداد ہی ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔ ضرورت
کی کتب کر تقسیم (۱۰) یا (۱۴) کروڑ من پیداوار میں سرکار کی نظروں
سے بازاروں میں فروخت ہوا اور اس وقت تک ممکن نہ ہو گا جب تک
کہ دستاروں کی مقدار اور ان کے حمل و توضیع کا علم حکومت کے ذریعہ
کو نہ ہو۔ اس کام کو کرنے کے لئے کوتاہی اور مال کے ذخیرہ اندوزوں
کے مابین قریبی اور گہرا اتحاد و تعاون درکار ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم محکمہ رسد کی اس پالیسی سے
اتفاق نہیں کر سکتے کہ غیر شہری رقبوں میں راشن بندی کی جائے۔
ہندوستان میں یہ تجربہ ناکام ثابت ہو چکا ہے۔ برطانوی ہند میں
صرف علیحدہ علیحدہ بطور تجربہ کے ایک معمولی ساعلاقہ لیا گیا ہے
ٹراونکور اور کوچین کے حالات بہت خاص تھے۔ جو سہولتیں
ان دو ریاستوں کو حاصل ہیں وہ حیدرآباد کو حاصل نہیں۔ ایسی
صورت میں ہماری یہ صورت واضح ہے کہ غیر شہری رقبوں
میں راشن بندی کا نفاذ محکمہ رسد کی پریشانیوں میں اضافہ کرنے
کا کام کرے گا۔ البتہ مسٹر ملک صاحب ناظم رسد نے اضلاع کے
کلکٹروں کو اپنے علاقہ میں رائج کیا ہے اگر اس کی تقلید دیگر
اضلاع میں کی جائے تو مسئلہ بہ آسانی حل ہو سکتا ہے۔ انجمن
ہائے امداد باہمی جس عمدگی سے اس کام کو انجام دے سکتی ہیں
کوئی دوسرا ادارہ انجام نہیں دے سکتا۔ البتہ اگر حکومت
چاہے تو اپنے کسی عہدہ دار کو ٹراونکور یا کوچین روانہ
کرے معلوم کر سکتی ہے کہ ان علاقوں میں اجناس کی تقسیم
کے لئے کیا طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔ ورنہ غیر شہری رقبوں
میں راشن بندی کا نفاذ سیاسی شورش پسندوں اور نفع اندوزوں
کو اس کا موقع دے گا کہ وہ اپنی کارستانیوں کو کامیابی کے
ساتھ جاری رکھیں۔

حکومت نے بجا طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ
علاقہ خالصہ کو دیاست کے دیگر علاقوں میں نہ جانے پائے۔
سال گزشتہ کا تجربہ بتاتا ہے کہ بعض جاگیرات اور سمستانوں
سے کثیر مقدار میں غلہ برطانوی ہند پہنچ گیا۔ اس کی روک
تھام ضروری تھی۔ اب ہمیں توقع رکھنی چاہئے کہ متعلقہ صاحبان
تعلیم یافتہ عورت کو کامیابی کے ساتھ انسداد کر سکیں گے۔

یاد رکھو ہم کبھی بغیر نہیں رہ سکتے کہ ۱۳۵۵ ف
محکمہ اطلاع بہ حیثیت مجموعی قابل اطمینان رہا جس کے
لئے مولوی سید فضل اللہ صاحب قابل مبارکباد ہیں۔ ہمیں
یقین ہے کہ سنہ رواں کا تجربہ محکمہ رسد کو اس قابل بنا دے گا

سنہ آئندہ میں وہ اپنی کارگزاری کا ایک اچھا ریکارڈ
پیش کرے گا۔ مرکزی مشاورتی مجلس اغذیہ کے حوالہ ملتی کا نفاذ ...

میں انسداد رشوت ستانی کے لئے غیر سرکاری ارکان کی جو
کمیٹی مقرر کی گئی ہے اگر وہ اپنے فرائض عمدگی سے انجام
دے تو ہمیں یقین ہے کہ محکمہ رسد کے نظم و نسق کا معیار
بلند تر ہو جائے گا اور مولوی سید فضل اللہ صاحب کی دقتوں
میں بڑی حد تک کمی ہو جائے گی۔

باب حکومت میں تبدیلیاں

مولوی غلام محمد صاحب صدر المہام فینانس کے استعفا
سے متعلق معاصر میزان نے جو خبر شائع کی ہے اگر وہ صحیح ہے
تو بہت افسوسناک ہے۔ مولوی غلام محمد صاحب سے ہمیں نہ
پریبا کانفرنسوں میں ملاقات کا موقع ملا ہے چنانچہ باری
اس تحریر کا محرک کوئی شخصی تعلق نہیں۔ ہم مولوی غلام محمد صاحب
کی بعض کمزوریوں سے بھی واقف ہیں ان کا جامہ زیبا صحت
تحمل یا قوت برداشت کی کمی اشخاص کے متعلق رائے قائم
کرنے میں جلدی اور لائق ماتحتوں کو نا قدر کرنے کی بے صبری
وغیرہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ
مولوی غلام محمد صاحب کا استعفا مملکت آصفیہ کے لئے
ایک شدید نقصان کے مترادف ہے۔ مولوی غلام محمد
صاحب ایک قابل اور بے لوث رکن مالیات ہونے کے
علاوہ حالات حاضرہ سے خوب واقف ہیں اور ان کی
یہ کوشش رہی ہے کہ حیدرآباد کی معاشی زندگی کو زمانے کے
معاشی رجحانات سے ہم آہنگ کریں۔ ان کی دوسری خوبی
ان کی اخلاقی جرأت ہے۔ حیدرآباد کے اعلیٰ مفاد کی
خاطر وہ ہر اس امر کے لئے بھی آمادہ ہو سکتے ہیں کہ حکومت
منشاء خفگی برداشت کریں۔ ایک رکن باب حکومت کے
لئے یہ کوئی معمولی صفت نہیں۔

حیدرآباد میں ٹیکس کا بار زیادہ تر غریب
طبقوں پر پڑتا ہے۔ اونچے الدار طبقے محاصل کے بار سے
بالکل محفوظ ہیں۔ مولوی غلام محمد صاحب کی کوشش تھی
کہ اس ناانصافی کو دور کیا جائے۔ اپنے اس نیک ارادے
کی تکمیل کے لئے وہ کسی خاص مصلحت عملی کے قائل نہ تھے۔
ان کی کوشش یہ تھی کہ یہ ناانصافی جلد سے جلد دور ہو جائے
لیکن مفادات حاصلہ مولوی غلام محمد صاحب سے ٹکرا گئے
اور ان پر غالب آگئے۔ ہمارے نزدیک استعفا کی یہی توجیہ
قرین قیاس ہے۔

تنظیم عابد جنگ کا محکمہ مولوی غلام محمد صاحب
کی دوررس نگاہ اور بالغ نظری کا آفریدہ ہے۔ جس نہج
پر مولوی غلام محمد صاحب اس محکمہ کو چلا رہے تھے وہ
نئے مستقبل کا ضامن ہو سکتا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ مولوی غلام
محمد صاحب نے دو سالہ پروگرام جو مرتب کیا ہے اگر وہ عملاً
نافذ ہو جاتا تو اس قلیل مدت میں حیدرآباد ایک سیاسی
کے کر رہا ہے ہمارے ہندوستان کی عظیم ترین وسعت میں
ہے۔ تسلیم ... مفتی تحقیقات ... الارضی

ہتیا تش اور سماوی آبپاشی یہ وہ مسائل ہیں جن سے مولوی
غلام محمد صاحب کو گہری دلچسپی ہے اور یہی وہ مسائل ہیں جن
کا صحیح حل قوم سازی کی صلاحیت رکھتا ہے۔
ریلوے کا محکمہ بڑا ہے نام سرکاری مالی ہو نکلا تھا۔
مولوی غلام محمد صاحب کی جرأت اور عاقبت اندیشی سے
اس محکمہ کو حال اور مستقبل کا مالی محکمہ بنا دیا۔ معدن ہائے
زکال (سنگارینی کالریز) کی خریدی میں خاموشی اور کفایت
سے عمل میں آئی وہ بھی مولوی غلام محمد صاحب کا ایک قابل
تحسین کارنامہ ہے۔

امور بالا کے پیش نظر یہ توقع بندھنے لگی تھی کہ
جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا حیدرآباد کے لئے مولوی
غلام محمد صاحب کی افادیت میں اضافہ ہوتا جائے گا
لیکن شاید قدرت کو یہ منظور نہ تھا۔

اب یہ بتایا جاتا ہے کہ مولوی زاہد حسین صاحب
اس خدمت کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔ ہم موصوف سے
واقف نہیں ہیں البتہ یہ ضرور سنا ہے کہ وہ بھی مالیات کے
اچھے ماہر ہیں۔ لیکن مولوی زاہد حسین صاحب کو بلانے اور مولوی
غلام محمد صاحب کو ترجیح دینے میں بڑا فرق ہے۔ جو تین سال
مولوی زاہد حسین صاحب کو مسائل کے سمجھنے میں گزرانے پڑیں گے
انہی تین سالوں میں مولوی غلام محمد صاحب حیدرآباد کو اور
اس کی مالیات کو کئی قدم آگے بڑھا سکتے تھے۔

اگر مولوی غلام محمد صاحب کا استعفا کسی صورت
منظور نہ کیا جا سکتا تو بجائے اس کے کہ مولوی زاہد حسین
صاحب کو زحمت دی جائے یہ زیادہ بہتر ہو گا کہ کسی ملکی عہدہ دار
کو اس اعلیٰ خدمت کے لئے منتخب کیا جائے۔

اب جبکہ معزز باب حکومت کی کمیٹیوں کی بحث
اخبارات میں چھڑ گئی ہے اور یہ فرض کیا جا رہا ہے کہ
نواب سر مہدی یار جنگ بہادر اور نواب خسرو جنگ بہادر
سبکدوش ہو رہے ہیں تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی اپنے چند
خیالات کا اظہار کر دیں۔

باب حکومت کو ایسے ارکین کی ضرورت ہے
جو ایک طرف ملک کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی حالات
سے اچھی طرح واقف ہوں اور دوسری طرف ہندوستان
اور بیرون ہند کے جدید سیاسی و معاشی رجحانات سے باخبر
ہوں اور ان دونوں امور میں ہم آہنگی و توافق پیدا کرنے
کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ جو اصحاب اس کسوٹی پر
پورے اترنے کے مدعی ہوں وہی آگے بڑھیں اور اس ذمہ داری
کو قبول کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کریں۔

کمیٹیوں سے متعلق دوسری بات ہم یہ عرض کرنا چاہتے
ہیں کہ بلکہ ان رکنوں کی صفوں میں بھی نظر ڈالنی ضروری
ہے کیونکہ یہ نظام تنہا ہے۔ کوئی بھی ...
نظیر قائم کر دی ہے۔ خود حکومت ہند نے بھی اس کی نظیر
عرصہ ہوا قائم کی۔ اگر ہمارے ہندو اور مسلم پبلک کا کوئی رکن
کسی قابل عمل اور مستقل محکمہ پر پہنچ جائیں اور ...
امور کا تشفی بخش حل نکال لیں تو قطعاً مشکل نہیں ہے۔
حضرت حکیم السیاست کی ...
... اچھا ... سے ...

ایم، این، رائے، گاندھی اور موجودہ جنگ

از

آر گنپت راؤ بیدر تواسی

مغرب میں جنگ نہایت سرعت کے ساتھ اختتام کو پہنچ رہی ہے اور یکے بعد دیگرے اہم اور دوررس واقعات براعظم یورپ میں رونما ہو رہے ہیں۔ وہ طاقتیں جو نازی آمریت کے ساتھ شریک جنگ تھیں اب اس کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو خیرباد کہہ رہی ہیں۔ خود جرمنی میں نازی جنگی مشین توقع سے زیادہ سرعت کے ساتھ مسمار کر دی جا رہی ہے۔ مغرب میں محوری دول کی سب سے بڑی قوت کی پسپائی کے بعد مشرق میں جاپانی جنگی طاقت کا زوال بعید از قیاس نہیں ہے۔

ان ممالک میں جو یکے بعد دیگرے نازی ظلم و ستم کے پنجے سے نجات پا رہے ہیں دوبارہ جمہوریت کی بنیادیں استوار ہو رہی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہٹلر کی شکست کے بعد ایک عظیم الشان جمہوریت پسند ذہنیت تمام یورپ میں عام ہو جائے گی۔ متعدد ممالک میں سیاسی جمہوریت خود بخود سماجی جمہوریت میں سرعت کے ساتھ تبدیل ہو جائے گی۔ روس کے اثرات براعظم یورپ کے بیرون بھی بڑھتے جائیں گے اور خود انگلستان بھی چند سال کے عرصہ میں ایک اشتراکی ملک بن جائے گا۔

ہندوستان کے قوم پرستوں کے لئے جنھوں نے اپنے لیڈروں سے ہٹلر کی اس کامیابی پر دلی مسرت [illegible] سنا تھا اب اس بین الاقوامی ہیرو کی پے در پے پسپائی حوصلہ شکن ہے۔ ان کے نزدیک برطانوی سامراجیت کی آئندہ کامیابی ایک بڑی مصیبت ہے اس لئے ہندوستان کی [illegible] جنگ [illegible] ان کی نظروں سے اوجھل ہے۔ ان کو [illegible] کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ [illegible] قوم پرستوں کے افکار و خیالات سے متاثر نہیں ہوئے اور جنھوں نے آزادی جمہور کو اپنا نصب العین بنایا ہے کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس [illegible] انگیز فلسفہ میں شریک ہوں۔ وہ بھی خوب جانتے ہیں کہ ترقی پسند اور انقلابی قوتیں جو بین الاقوامی فسطائیت سے نجات حاصل کر چکی ہیں ہندوستان پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔

سب سے بڑی خدمت جو اس جنگ نے ہندوستان کے لئے انجام دی ہے یہ ہے کہ اس نے گاندھی ازم کے مدوجزر کو نمایاں کر دیا ہے۔ اس نے ہندوستانی سیاسیات کی [illegible] حقیقت اور [illegible] گاندھی جی اور ایم، این، رائے کے اثرات قوتوں کے وجود پیدا کر دئے ہیں۔ [illegible] قوتوں اور ضروریات کی [illegible] خطرناک کشمکش کی نمائندگی کرتی ہیں۔ [illegible] جنگ کی ہندوستانی تاریخ میں ایک جدید باب کا اضافہ کرتی ہیں۔

درحقیقت یہ تصادم ماضی اور مستقبل کے مابین ہے۔ گاندھی جی مغرب کے ناپائیدار تمدن کو پس پشت ڈال کر ادوار ماضیہ کے سادہ اور فطری تمدن کی نمائندگی کرتے ہیں اور رائے موجودہ مادی ترقی اور سماجی آزادی کے دور میں سائنس کی حیرت انگیز اختراعات کی مدد سے مادی ترقی پر گامزن ہیں۔ جب سے کہ موجودہ جنگ میں فسطائیت جو عہد ماضی کے تمدنی روایات کی علمبردار ہے اور اشتراکیت کے مابین جو کہ ترقی اور آزادی کی علمبردار ہے تصادم ہو گیا ہے حامیان گاندھی اور رائے ہندوستان میں بین الاقوامی کشمکش کے اس حد تک دو متضاد طاقتوں میں منقسم ہو گئے ہیں۔

جنگ سے کہیں پہلے گاندھی اور رائے کے ان دو متضاد نصب العین کی نمائندہ قوتوں کا اجتماع عمل میں آ چکا تھا۔ اس وقت یہ کشمکش کانگریس میں اندرونی طور پر پیدا ہو چکی تھی۔ اس وقت گاندھی جی کی دلی تمنا تھی کہ ہندوستان کا تعلق قرون وسطیٰ کے سادہ تمدن سے ہو جائے۔ انھوں نے ہندوستانی سرمایہ داروں کی ایک زبردست قوت کو اپنا حامی بنا لیا تھا۔ ہندوستانی سرمایہ دار جن کی نفع اندوزی کا دارومدار موجودہ مشینری پر ہے اور جو موجودہ تمدن کی پیداوار ہیں وہ جنھوں نے برطانوی سامراجیت سے اپنی وابستگی کا اظہار کیا [illegible] کے سیاسی حامی بن گئے [illegible] چرخہ پر اعتماد کیا اور موجودہ تمدن سے اظہار نفرت کیا۔

وہ لوگ جو رائے کی صف میں کھڑے ہیں ایسا انقلاب چاہتے ہیں جس میں [illegible] کیفیت [illegible] جائے اور سرمایہ داری پر قابو حاصل کیا جائے اور ہندوستان کے تمدنی ارتقاء اور مادی ترقی میں جو رکاوٹیں ہیں ان کو دور کیا جائے۔ انھوں نے عدم تشدد کے اصول اور چرخہ کی مخالفت کی اور عوام کی اندھی عقیدت کو کم کرنے کی وجہ سے گاندھیت [illegible] دور کرنے کی سعی پیہم کی۔

جنگ کے ابتدائی دور میں تصورات کے تصادم کا اظہار نہیں ہوا۔ واضح رہے کہ اگر اس بین الاقوامی تصادم میں فسطائیت کامیاب ہو جاتی تو نہ صرف جمہوریت اور آزادی دنیا کے طول و عرض سے مٹ جاتی بلکہ ہندوستان میں بھی استبدادی فسطائی حکومت کا قیام عمل میں آتا۔ [illegible] ہماری آزادی کی [illegible] ہندوستان کی آزادی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ہندوستانی [illegible] امداد جنگ میں [illegible] فسطائیت کے خلاف [illegible]

خطرہ کو سنانے میں اعانت کریں گے بلکہ فسطائیت کے قلع قمع ہونے کے بعد برطانیہ کے لئے یہ ناممکن کر دیں گے کہ ہندوستان کو آزادی عطا کرنے سے انکار کرے۔ اس لئے انتہا پسندوں نے کانگریس کو جنگ کی تائید کرنے کے لئے ابھارا۔ انھوں نے واضح کیا کہ برطانیہ کی معاشی اور سیاسی قوت اس جنگ کے دوران میں زوبہ انحطاط ہو گئی ہے مخالف فسطائیت اور مخالف سامراجیت حکمت عملی کی حیثیت سے کانگریسی رہنماؤں کو چاہئے کہ جنگی امداد کی پالیسی اختیار کریں۔ کانگریس نے مخالف فسطائیت قرارداد تو منظور کیں لیکن انتہا پسندوں کے خلاف اس بنا پر تادیبی کارروائیاں شروع کر دیں کہ انھوں نے کل ہند یوم مخالف فسطائیت منانے کی سفارش کی تھی۔ اس وقت انتہا پسندوں نے کانگریس کو خیرباد کہہ کر انتہا پسند جمہوری پارٹی کی تشکیل دی۔

یہ پارٹی نہایت ناخوشگوار حالات میں معرض وجود میں آئی۔ متوسط درجہ کے ذی فہم افراد یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ کس طرح ایم، این، رائے جو [illegible] اور کمیونسٹ کا [illegible] اور ایک انقلابی کی حیثیت سے مشہور ہے عوام کو حکومت کی حمایت کرنے اور جنگ میں مدد دینے کے لئے ابھار سکتے ہیں۔ انتہا پسندوں نے بجا طور پر خیال کیا کہ فسطائیت کی پسپائی لازمی طور پر آزادی جمہور کی طرف لے جائے گی۔ انتہا پسندوں نے رائے کی ایسی قیادت میں جو حکمت عملی اختیار کی وہ تاریخ کے خلاف تھی۔

جنگ کا دوسرا دور جون ۱۹۴۱ء سے دسمبر ۱۹۴۲ء تک جاری رہا۔ اس دوران میں جمہوریت [illegible] کے لئے مصروف پیکار تھی۔ نازی اقدام کے نتیجے کے طور پر جمہوریت یورپ کے طول و عرض میں تباہ کر دی گئی جس کی وجہ سے پورا براعظم یورپ فسطائیت کے زیر اثر آ گیا۔ فسطائیت کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب نے گاندھی اور ان کے حامیوں کو پریشان نہیں کر سکا۔ روس جنگ میں شریک ہو گیا۔ انقلاب اور رجعت پسندی کے مابین کشمکش شروع ہو گئی لیکن کانگریسی لیڈر سوویٹ یونین کی شکست [illegible] بے تعلق اور کنارہ کش رہے۔ اس کے چند ماہ بعد جاپان بھی شریک جنگ ہوا اور ہندوستان کو فسطائیت کی تحریک کے عظیم خطرات مغرب اور مشرق کی جانب سے دامن گیر ہوئے لیکن اس خطرہ کا ملک کے بالکل قریب رونما ہونا بھی کانگریسی لیڈروں کی عدم تعاون کی پالیسی کی تبدیلی کا باعث نہیں ہوا۔ اس کے برعکس فسطائیت کی [illegible] کامیابی نے کانگریسی لیڈروں کے [illegible] کے ساتھ عدم تعاون کے طرز عمل پر [illegible] ثبت کر دی [illegible] ان کی نظریں مغلوب ہو چکی تھیں۔ جب حکومت نے کانگریس [illegible] ہندوستان کو آزادی عطا کرنے کا اقرار کر کے جنگ میں ان کے تعاون و اعانت کو حاصل کرنے کی کوشش کی تو کانگریسی لیڈروں نے اس دعوت عمل کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ گاندھی جی نے فوری آزادی کا مطالبہ کر کے جاپان کے ساتھ [illegible] کرنے کی آمادگی کو ظاہر کیا اور جب ہندوستان [illegible]

بقیہ صفحہ [illegible]

کمیٹی تحقیقات حالات مزدوران

موجودہ جنگ میں عمالی مسائل پر بہت زیادہ توجہ کی جانے لگی ہے اور اب یہ عام طور پر محسوس کیا جاتا ہے کہ نوع انسانی کو محتاجی، بھوک اور بیماری سے نجات دینے میں انسانوں کے درمیان کسی قسم کی تفریق روا نہ رکھی جائے اور جو لوگ کام کرنے کے خواہاں ہیں ان کے لئے روزگار فراہم کرنے کا معقول انتظام کیا جائے۔ بیروزگاری پیدا کرنے والے اسباب کو دور کرنے کے لئے خصوصی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ روزگار کو مستقل بنایا جائے اور کارکنوں کے دلوں سے روزگار نہ ملنے کا اندیشہ دور کر دیا جائے۔

سماجی تحفظ

برطانیہ کی مابعد جنگ تنظیم میں سماجی تحفظ کو بہت نمایاں مقام حاصل ہوگا۔ سر ولیم بیورج نے، جو ایک مدت سے عمال کی فلاح و بہبود کے کاموں میں نمایاں حصہ لیتے رہے ہیں، ایک جامع اسکیم تیار کی ہے جو سماجی تحفظ کے لئے بیورج کی تجاویز کے نام سے موسوم ہے۔ ان تجاویز کا خاص مقصد یہ ہے کہ مزدوروں کے شرائط کار کو بہتر بنایا جائے اور بیماری کے بیمے اور بیروزگاری کے زمانے میں مناسب روزی فراہم کرنے کا انتظام کیا جائے۔ سر ولیم بیورج کی اس اسکیم سے ہندوستان میں بہت دلچسپی لی جا رہی ہے لیکن یہاں بدقسمتی سے شرائط کار، روزگار کی حالت، اجرت اور مزدوروں کی سماجی اور معاشی حالت کے بارے میں مستند مواد موجود نہیں ہے اور جب تک کہ یہ مواد دستیاب نہ ہوگا سماجی تحفظ کی کسی اسکیم کی تیاری بہت دشوار ہے۔

اعداد و شمار کی فراہمی

اس کمی کو پورا کرنے کے لئے حکومت مرکزیہ عالی نے ایک عالی تحقیقاتی مجلس مقرر کی ہے جو ممالک محروسہ میں مزدوروں کے حالات سے متعلق مواد اور عددی اعداد فراہم کرے گی۔ اس مجلس کے اہم فرائض یہ ہیں۔

۱۔ منجملہ دیگر امور کے اجرت اور آمدنی، روزگار، مزدوروں کی رہائش اور سماجی حالت بالخصوص حیدرآباد کے صنعتی مزدوروں سے متعلق مواد کی فراہمی۔ اور

۲۔ حسب ذیل امور کی دریافت۔

(الف) وہ خطرات جن کا نتیجہ عدم تحفظ ہے۔

(ب) ان خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے مختلف طبقوں کے مزدوروں کی ضروریات۔

(ج) ان خطرات سے حفاظت کی بہترین تدابیر۔

(د) انتظام، رہائش اور کارخانے کی حالت۔

یہ مجلس صرف واقعات دریافت کرنے والی مجلس ہے جو اعداد و شمار فراہم کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہے اور فی الحال اس کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ اس میں مختلف مفادات کو نمائندگی دی جائے۔ تاہم مستعدی میں کوئی شک نہیں کہ آئندہ جب سماجی تحفظ کی تجاویز مرتب کرنے کا کام شروع ہوگا تو اس مسئلہ کو حل کرنے والی مجلس میں آجروں اور مزدوروں دونوں کی پوری نمائندگی ہوگی۔

طریقہ کار

جہاں تک کہ طریقہ کار کا تعلق ہے عمالی تحقیقاتی مجلس تاجروں اور مزدوروں اور ممالک محروسہ کے عمال مسائل سے دلچسپی رکھنے والے دوسرے اشخاص سے ربط قائم کرے گی۔ یہ مجلس دورہ کرنے کے بعد ایک عام سوالنامہ مرتب کرے گی جو تمام آجروں، مزدوروں کی انجمنوں اور عمالی مسائل سے دلچسپی رکھنے والوں کے پاس روانہ کیا جائے۔ اس کے بعد مجلس زبانی شہادت بھی فراہم کرے گی۔ مجلس جو دورہ کرے گی اس میں کیٹیشم اور دوسرے مسائل کا بھی معائنہ کر سکے گی۔ زرعی مزدوروں سے متعلق حالات کی دریافت اس مجلس کے دائرہ عمل سے خارج ہے کیونکہ یہ بجائے خود اس قدر اہم مسئلہ ہے کہ اس کے لئے جداگانہ تحقیقات کرنے اور اس سے متعلق مسائل کا حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

مجلس کے عدالتی اختیارات

مجلس کے کام میں سہولت پیدا کرنے اور ممالک محروسہ کے مزدوروں کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے تمام ضروری مواد کی فراہمی میں مجلس کو امداد دینے کی غرض سے اعلیٰ حضرت بندگان عالی نے براہ مرحمت خسروانہ عالی تحقیقاتی مجلس کو گواہ طلب کرنے، بیان لینے سے قبل حلف دلوانے، شہادت قلمبند کرنے اور دستاویزات پیش کرنے پر مجبور کرنے کے بارے میں عدالت دیوانی کے اختیارات عطا فرمائے ہیں۔

اشتراک عمل کی ضرورت

جو لوگ ممالک محروسہ کے عمال کی فلاح و بہبود کے مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لئے یہ مناسب ہوگا کہ وہ اس مجلس سے ربط قائم کریں اور تحریری یادداشتوں کے ذریعہ مفید معلومات فراہم کر کے اس کے کام میں سہولت پیدا کریں۔ یہ کمیٹی تقریباً ایک سال کے عرصہ میں حکومت کے پاس اپنی رپورٹ پیش کر دے گی اور توقع ہے کہ یہ مجلس جو مواد جمع کرے گی وہ دستوری اصلاحات کے تحت حال ہی میں قائم شدہ آئینی مشاورتی مجلس عمال اور مجلس تنظیم مابعد جنگ کی تجاویز کے مرتب کرنے میں بہت مفید ثابت ہوگا۔

نازی لیڈروں کی ناامیدی

لندن۔ ۱۲ اکتوبر۔ یورپ کے ایک بہتر آزاد ذرائع نگاری کے مرکز سے تحریر کرتے ہوئے رائٹر کے فوجی نامہ نگار مقیم سوئزرلینڈ نے جنگ کے پانچ سال کے بعد سے جرمنی میں جو صورت حال ہے اس کی حسب ذیل تصویر کھینچی ہے۔

"جیسے جیسے یکے بعد دیگرے اطلاعات موصول ہوتی جا رہی ہیں یہ واضح ہوتا جا رہا ہے کہ جرمنی میں نہ آئینی اخلاقی قوت باقی رہی ہے اور نہ ہی جسمانی طاقت کہ وہ مدافعت جاری رکھ سکے۔ بلکہ آخری مرتبہ جبر قائم کئے جو کوشش ہوئی وہ اتنے بڑے پیمانہ پر تھی کہ صنعتوں پر اس کا اثر اتنا ہی ہوا ہے کہ گویا کوئی مسلسل بمباری سے ہوتا ہے اور خوب تباہی ہوئی۔"

یہ خیال قائم کرتے ہوئے کہ جرمنوں کی فتح کی تمام امیدیں بالائے طاق رکھ دی ہیں، نامہ نگار نے لکھا ہے کہ جرمنی کے لیڈر اب جو منصوبہ بنا رہے ہیں وہ تمام تر اس اسکیم پر منحصر ہے کہ کسی طرح فاتح اتحادیوں کو کچھ نقصان پہنچایا جائے۔ لیکن اس دوران میں روس کا داخلی دباؤ بہت سرعت کے ساتھ ترقی کرتا جا رہا ہے اور اس کی رفتار محاذ پر جرمن افواج کی پسپائی سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

"نازی خفیہ پولیس کی جانب سے جو سختیاں کی جا رہی ہیں اور جو مظالم وہ ان پر کر رہی ہے ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے جرمنی کے داخلی انتشار کی اصلاح کا اظہار کرنے کی صلاحیت پیدا کر دی لیکن نازی لیڈر اس سے بخوبی واقف ہیں کہ یہ داخلی بغاوت بہت جلد شروع ہو جائے۔ جرمنی کے جنگی دفاع معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیقت سے واقف ہوتے جا رہے ہیں کہ یہ دوسری جنگ اب بے نتیجہ ہے۔

جہاں تک خفیہ ہتھیار کا تعلق ہے جرمنی اب اس قابل نہیں رہا کہ صنعتی لحاظ سے کوئی نئی چیز تیار کریں اور ایسے بڑے پیمانہ پر کہ جس سے جنگ کا پانسہ پلٹ جائے۔ اس دائرہ میں بھی جرمنی اس کی توقع کر سکتے ہیں کہ وہ اتحادیوں پر بہت زیادہ نقصانات عائد کریں اور اس سے زیادہ نہیں۔"

آخر میں نامہ نگار نے لکھا ہے کہ جنرل آئزن ہاور کی جنگی لیڈر کی یورپ میں موجودگی اور مشرق میں روسی کارروائیوں کی شدت جس کے ساتھ ساتھ مغرب اور جنوب مغربی محاذ پر کارروائیوں میں سختی بڑھتی جا رہی ہے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ آخری فیصلہ بہت زیادہ قریب ہے اور فوجی صورت حال کا لحاظ کرتے ہوئے ہم جو توقع کر سکتے تھے اس سے بھی کہیں زیادہ قریب ہے۔ یہ بہتر ہے کہ جرمنی کا سقوط جلد ہو اور اتنی تیزی کے ساتھ ہو کہ نازی لیڈروں نے تباہی و بربادی کے جو منصوبے تیار کئے ہیں ان کے روبعمل لائے جانے سے قبل ہی ہو جائے۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید

حیدرآباد اسٹوڈنٹس یونین حیدرآباد کمیونسٹ پارٹی کی ذیلی پیداوار ہے جو اس مقصد کے لئے وجود میں لائی گئی ہے کہ جامعہ عثمانیہ اور حیدرآباد کے دوسرے علمی اداروں میں اشتمالی جماعت کا پرچار کرے اور طلبہ کا ناجائز استعمال کرکے کامریڈ اسوسی ایشن اور آندھرا کانفرنس کے لئے کارکن فراہم کرے۔ طرفہ تماشہ یہ کہ اس ادارے کی باگ ڈور ایک ایسے شخص کے ہاتوں میں ہے جو ایک جاہل والد کا اشتمالی ہوتا ہے اور چند ہی دن پہلے چند گز زمین کے لئے ایک غریب شخص سے مقدمہ بازی کرچکا ہے۔

("چند طلبہ" کا ایک مراسلہ)

"ترجمان ملت" مسلمانوں کو مشورہ دیتا ہے کہ:۔

"ان کو چاہئے کہ اپنے نئے سال کے جدید انتخابات، مجلس اتحاد کے انتخابات ہیں پوری مجبوری سے کام لیں اور اپنی تنظیم کو مضبوط سے مضبوط تر کرلیں"۔

اور ہمارا مشورہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک ایسا صدر منتخب کرنا چاہئے جو "ترجمان ملت" کے ہاتھ میں کٹ پتلی بنا رہے تاکہ صحافت اور قیادت سمٹ کر ایک ہی جگہ آجائیں اور اس معجون مرکب سے گرمی بازار میں اضافہ ہو۔

مرکزی مشاورتی مجلس انڈیا میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر زمنگ راؤ نے غذائی صورت حال کے متعلق فرمایا کہ:۔

"قوم کا شتکاری مطمئن ہے اور نہ مارعت"

ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ صرف ذخیرہ باز اور نفع اندوز مطمئن ہیں جن کو بے نقاب کرنے سے ہمیشہ حکومت ہمیشہ گریز کرتی رہتی ہے۔

ڈاکٹر انور اقبال قریشی کا ایک مضمون "ترجمان ملت" نے شائع کیا ہے جس میں ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"حیدرآباد کی ایجاتی پالیسی میں جو چیز مجھ کو زیادہ نامناسب اور قابل اعتراض معلوم ہوتی ہے وہ یہاں محاصل کا غیر مساوی بار ہے"

اور جب اس غیر مساوی بار کو دور کرنے کے لئے راست محصول اندازی جیسے انکم ٹیکس وغیرہ کی تجویز پیش کی جائے تو ہمارا معاصر چراغ پا ہو جاتا ہے اور غریب عوام کا نام لے کر متمول اور سرمایہ دار طبقوں کی حمایت کرتا ہے ——— بیچارے عوام

گاندھی جی کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کامریڈ راج بہادر گوڑ نے کہا:۔

"ہم غلامی سے تنگ آگئے ہیں"

اخباروں میں اس تقریر کو پڑھ کر ہمیں کنہیا لال کپور کا وہ مضمون یاد آگیا جس کا عنوان ہے "کامریڈ شیخ چلی"۔

گاندھی جناح گفتگو کی ناکامی کی ذمہ داری کو ایک "لطیف" انداز میں معاصر پیام نے مسٹر جناح پر عائد کرتے ہوئے حسب ذیل وجوہ بارے شائع کئے ہیں۔

(۱) مسٹر جناح چار سال کے بعد پہلی دفعہ قرارداد لاہور کے الفاظ کی یہ تعبیر کرتے ہیں کہ پاکستان میں وہ تمام صوبے شامل ہوں گے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

(۲) سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ مسٹر جناح کو اپنے شرکائے کار کی غیر مشروط تائید حاصل ہے۔

(۳) یہ معلوم ہے کہ جو کچھ گفتگو مسٹر جناح نے گاندھی جی سے کی اس میں لیگ کے دوسرے لیڈروں کا کوئی مشورہ شامل نہ تھا اور قرارداد لاہور کی جو تعبیر مسٹر جناح نے اب پیش کی ہے اس سے ان کے بعض قریب ترین شرکائے کار بھی واقف نہ تھے۔

گویا معاصر محترم کی رائے میں پنجاب، بنگال اور آسام قرارداد لاہور میں شامل نہیں ہیں۔ یہ تو ہم جانتے ہی تھے کہ کانگریس کی وکالت معاصر موصوف سے بہتر کوئی نہیں کرسکتا البتہ اب یہ معلوم ہوا کہ وہ لیگ کا بالکل دشمن کا نہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ گاندھی جی

دوسرے عناصر سے مل کر جو مہم جاری کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے کیا معنے ہیں۔

ہمیں ہر صورت حیدرآبادیوں کو اپنے ملک کی خدمت انجام دینے کے مواقع ملنے چاہئیں۔ (رعیت)

کیا معاصر پیام کو اس رائے سے اتفاق ہے؟

جشن سالگرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے "ترجمان ملت" تحریر کرتا ہے کہ:۔

"یہ دن ہم اہل دکن کے لئے عام طور پر عید کے دن قرار پاتے اور شکر ہے کہ ہم انہیں منا کر اپنی مشترکہ قومیت کی اساسوں کا علم تازہ کرلیتے ہیں"۔

مشترکہ قومیت! کیا بوالعجبی ہے! "ترجمان ملت" ۱۲ ½ افراد کے نقش قدم پر!

گاندھی جی کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے سوامی رامانند تیرتھ نے کہا:۔

"میں حق خود ارادیت کو تسلیم کرتا ہوں لیکن دو قوموں کے نظریہ کو نہیں"۔

اگر ہندوستان میں صرف ایک ہی قوم آباد ہے تو حق خود ارادیت کا سوال کیوں اور کس طرح پیدا ہوتا ہے!۔ الفاظ کی اس طرح الٹ پھیر سے نہ تو سمجھوتہ ہوسکتا ہے اور نہ آزادی مل سکتی ہے اور شاید سوامی جی کا بھی یہی مقصد ہے ——— غلام ہندوستان کی جے!

ایک مقامی مجسٹریٹ کی عدالت میں اس امر کا انکشاف ہوا کہ ہاوڑہ ریلوے اسٹیشن (کلکتہ) سے چودہ ہزار برقی قمقموں کا سرقہ کیا گیا۔ (ایک خبر)

"اندھیر ہورہی ہے بجلی کی روشنی میں"

گاندھی جناح مراسلت پر

اُردو اخبارات کے تاثرات

عام طور سے مسلم لیگی حلقوں میں اس بات پر زور ... اس کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ گاندھی جی مسلم نقطۂ نظر کو کچھ ... لیگی اخبارات گفتگو کی ناکامی کی ذمہ داری گاندھی جی ... تے ہیں۔ لیکن ان کے لہجہ میں تلخی کے بجائے رنج زیادہ ہے۔

لیگی اخبارات ابھی تک جس امر پر سب سے زیادہ ... رہے ہیں وہ یہ ہے کہ گاندھی جی نے مسلمانوں کو ایک ... نہیں تسلیم کیا۔ انقلاب (بمبئی) لکھتا ہے۔

"گاندھی جی کو آخری وقت تک اس پر اصرار رہا کہ مسلمان بہ اعتبار قوم کی حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔ انھوں نے بہ اعتبار قوم کی بنیاد پر انھیں حق خود ارادیت دینے سے انکار کیا...... گاندھی جی بالکل غلط اصول پر حق خود اختیاری دے رہے تھے۔"

معاصر "انقلاب" کے نزدیک اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ گاندھی جی ... مسلمانوں پر اعتماد نہیں کرتے (۱۲ اکتوبر)

خلافت (بمبئی)، "اقبال" (بمبئی)، "انقلاب" (لاہور) ... دھی جی کے اس کہنے پر معترض ہیں کہ تیسری پارٹی کی موجودگی ... مسلم سمجھوتہ کی راہ میں حائل ہے۔ چنانچہ "خلافت" لکھتا ہے

"یہی بات گاندھی جی نے ۸ اگست ۴۲ء کو کی تجویز منظور کرانے سے پہلے بھی کہی تھی ہم نے اس وقت بھی کہا تھا کہ تیسری طاقت اتحاد کے بغیر جا ہی نہیں سکتی۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم قیامت تک تیسری پارٹی کے یہاں سے ہٹ جانے کی دعا کرتے رہیں اور کچھ نہ کریں گے؟"

... "(کلکتہ) اور "اقبال" (بمبئی) نے ناکامیابی کی بہت ... ذمہ داری ان لوگوں پر ڈالی ہے جنھوں نے گاندھی جی ... گفتگو شروع ہونے کے پہلے ہی اس کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ مثلاً بنگال میں کرن شنکر رائے، اکالی رہنما، پنجاب ... ہندو حلقے، اور ہندو مہاسبھا۔ عصر جدید اس سلسلے میں ... لکھتا ہے

"گاندھی جی کو چاہئے تھا کہ مسٹر شیاما پرشاد مکرجی اور کرن شنکر رائے کی مخالفت پر ان کو سمجھاتے اور بتاتے کہ ہندو مہاسبھا کی مخالفت بالکل ناروا اور ناجائز ہے اور اگر اس سمجھانے بجھانے والوں کو وہ اپنا ہم نوا نہ بنا سکتے تو انھیں ان کی راہ چھوڑ دیتے۔...... ہمارا خیال ہے کہ اگر گاندھی جی اپنے اصول پر سیسہ کی مضبوطی سے ساتھ جمے رہنے کی کوشش کرتے اور کسی قوم و جماعت کی مخالفت و موافقت سے بے نیاز ہو کر گفتگو کرتے تو ضرور کوئی کامیابی کی صورت نکل آتی" (۱۰ اکتوبر)

"دینار" (لاہور) گاندھی جی پر یہ بھی اعتراض کرتا ہے کہ انھوں نے اپنے کو ہندوؤں کا نمائندہ نہیں تسلیم کیا۔ وہ لکھتا ہے کہ گاندھی جی مسلم لیگ کے ساتھ چال چلے ہے تھے اور ان کا اصلی مقصد لیگ سے اگست ۴۲ء کی قرارداد منظور کروانا ہے۔ (یکم اکتوبر) لیکن "دینار" کے علاوہ کسی دوسرے لیگی اخبار نے گاندھی جی پر بددیانتی کا اعتراض نہیں کیا ہے۔

معاصر "خلافت" اپنے ایڈیٹوریل "حل کیا ہے" میں رقم طراز ہے

"جن صوبوں میں بحالت موجودہ مسلمانوں کی اکثریت ہے اور ان کو پاکستان کی حدود خیال کرنا چاہئے لیکن اس اصول کو ان بنے کے بعد صوبجات کی حدود میں ترمیم ہو سکتی ہے اور مسلم اکثریتوں کے صوبوں کے ایسے علاقے جن میں ہندو اکثریت ہے اور جو ہندو اکثریت کے صوبوں سے ملے ہوئے ہیں ان کو ان میں شامل کیا جا سکتا ہے...... اگر گاندھی جی رائے شماری پر مصر ہوں تو مسلم اکثریتوں کے علاقوں کی حد بندی کے بعد وہاں کے مسلمانوں یا مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کی رائے شماری پر رضامندی ہو جانا ہی مناسب ہوگا...... اس سلسلہ میں غیر مسلموں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے ہمارا خیال ہے کہ ایسی حالت میں بھی مسلمانوں کو کامیابی یقینی ہے۔ (یکم اکتوبر)"

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کی کیا پوزیشن ہوگی اس کے متعلق "خلافت" کا کہنا ہے۔

"گاندھی جی اس بات کا اطمینان کر لیں کہ ان مقامات کی غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ کوئی ناروا سلوک نہیں کیا جائے گا اور مسلمان اس بات کا اعلان کر چکے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ لیکن اگر ہندوؤں کے اطمینان کے لئے مسلم لیگ اس معاملہ میں ذمہ دارانہ طور پر کوئی واضح سکیم پیش کرے تو مناسب ہوگا"

جناح صاحب اور مسلم لیگ کی پوزیشن کو صحیح تسلیم کرنے اور اس کی حمایت کرنے کے ساتھ ساتھ گفتگو کی ناکامی پر رنج کا اظہار کے ساتھ ہم لیگی اخبارات میں اس حکمت مند جذبہ کا اظہار پاتے ہیں کہ اتحاد کے سوا آزادی اور پاکستان کا اور کوئی راستہ نہیں۔ چنانچہ سب اس کی کوشش میں ہیں۔ لیگ کے مطالبہ پاکستان کی تمہید کی سے وضاحت کریں تاکہ پھر گاندھی جی اور کانگریس اسے تسلیم کر لیں نیز اس مایوسی اور رنج کی فضا میں بھی انھوں نے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔ وہ دہلی کا انجام ہو، لاہور کا زمیندار یا احسان یا بمبئی کے انقلاب، اقبال، خلافت یا ہندوستان، ہر ایک سب چاہتے ہیں کہ اتحاد کی کوشش جاری رہے۔ احسان لاہور لکھتا ہے

"سب جانتے ہیں کہ ہندوستان کی زنجیریں کٹ سکتی ہیں تو صرف گاندھی جناح مفاہمت سے ہی...... وہ عوام جو یہ چاہتے تھے کہ گاندھی جناح مفاہمت ہو اور ہندوستان کا افلاس دور ہو وہ قطعی طور پر مایوس نہیں ہیں...... ان کی جدوجہد کا خاتمہ نہیں سمجھنا چاہئے" (۱۰ اکتوبر)

انجام دہلی لکھتا ہے۔

"گاندھی جی اور قائد اعظم جناح کے درمیان جو بات چیت اور خط و کتابت ہوئی ہے اس سے ملک کے اندر ایسی نئی قوتیں پیدا کر دی ہیں اور ان ملاقاتوں اور خط و کتابت کے مطالعہ سے ایسی نئی قوتیں ضرور پیدا ہو جائیں گی جو اس ٹوٹے ہوئے سلسلے کو از سر نو جوڑنے کا سامان پیدا کر سکتی ہیں (یکم اکتوبر)"

مسلم قوم پرور اخبارات روزنامہ "ہند" (کلکتہ) "انصاری" (دہلی)، "اجمل" (بمبئی) نے بھی گاندھی جناح ملاقات کی ناکامیابی کو "ایک اندوہناک تاریخی سانحہ" (انصاری) کہا ہے۔ ان اخبارات نے بھی زیادہ سنجیدگی کے ساتھ معاملہ کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے جناح صاحب پر خواہ مخواہ اعتراض کرنے سے احتراز کیا ہے مثلاً "ہند" لکھتا ہے۔

"ہندو اپنے دھرم ہی کی وجہ سے اپنے آپ کو ایک قوم سمجھتے ہیں پھر اگر ہندوستانی مسلمان بھی مذہب ہی کی وجہ سے اپنے آپ کو ایک قوم کہنا چاہتے ہیں تو ان پر اعتراض کیوں کیا جائے"

لیکن اس کے برخلاف اجمل نے لکھا ہے کہ لیگ کا یہ مطالبہ کہ مسلمان علیحدہ ایک قوم ہیں درست نہیں۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان پہونچے گا۔ ہم عصر انصاری نے اپنے تازہ اداریے "ناکامی کے بعد" میں اتحاد کی مساعی کو اب بھی جاری رکھنے کا پیام دیا ہے۔

"اگر یہ صحیح ہے کہ ہندوستان کی آزادی ہندو اور مسلمانوں کے اتحاد ہی کے نتیجہ میں حاصل ہوگی اور آزادی ہی سے سارے مسائل کا حل ہو سکتی ہے تو جناح اور گاندھی جی کی ناکامی کو حرف آخر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ کوششیں اب زیادہ طاقت کے ساتھ شروع ہونی چاہئیں۔"

اردو پریس کے ان عناصر پر نظر ڈالنا بھی ضروری ہے جو اتحاد کے دشمن ہیں۔ "ریاست" دہلی لکھتا ہے کہ ہندو قوم

(بقیہ ملاحظہ صفحہ ۱۱)

تنظیم مابعد جنگ

(موازنۂ ۵۵ف کا ایک اقتباس)

حکومت نے ابتداءً ایک سال کے لئے شعبہ تعمیرات میں تنظیم مابعد جنگ کا ایک علٰحدہ محکمہ قائم کیا۔ اب یہ تجاویز زیر غور ہیں کہ اختتام کے ایک سال بعد تک اس کو برقرار رکھا جائے۔ اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے لئے متعدد مجالس اور ذیلی مجالس قائم کی گئیں جو سرکاری اور غیر سرکاری ارکان اور بیرون حکومت کے ماہرین پر مشتمل ہیں۔ ان مجالس نے بڑا مفید کام انجام دیا ہے اور اپنے کار مفوضہ کی حد تک مختلف موضوعات پر درمیانی رپورٹیں پیش کی ہیں جو پوری توجہ کے ساتھ حکومت کے زیر غور ہیں۔

سررشتے نے جن جن مسائل پر توجہ کی ان کی پیچیدگی اور وسعت کا اندازہ کرنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ جو مقصد پیش نظر ہے اور اس حصول کے لئے جن اہم امور سے بحث کرنے کی ضرورت ہوگی انہیں حتی الوسع واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کر دیا جائے۔ تنظیم مابعد جنگ محض اسی حد تک محدود نہیں ہے کہ ان سپاہیوں کے بندوبست کا انتظام کیا جائے جو دور دراز ملکوں میں جاری لڑائیوں میں جا بجا سر پیکار رہے یا ان کاریگروں اور ان موجودہ صنعتوں کو بحال کیا جائے جو فی الحال جنگی کوششوں کے سرانجام میں مصروف ہیں بلکہ حیدرآباد میں فی الحقیقت ہندوستان کے دیگر ممالک کی طرح تنظیم مابعد جنگ کے سلسلہ میں مذکورہ بالا اہم مقاصد کے علاوہ اور بہت کچھ کام انجام دینے ہوں گے۔ سوال یہ نہیں ہے کہ ختم جنگ پر ہماری معیشت کو کس طرح از سر نو ترتیب دیا جائے کہ جب امن قائم ہو تو ہماری پیداوار صلاحیت اور ہمارے سپاہیوں کے لئے جو جنگی کاموں میں مصروف ہیں اس از سر نو تنظیم سے اقل نقصان کے ساتھ روزگار کی نئی راہیں نکل آئیں بلکہ مسئلہ جو بہ لحاظ نوعیت زیادہ اہم ہے اور ریاستوں کی حکومتوں اور واقف کار غیر سرکاری حلقوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس کمی کو پورا کیا جائے جس کو آغاز جنگ سے کئی سال قبل پایۂ تکمیل کو پہنچ جانا چاہئے تھا۔ مابعد جنگ میں سوال زیادہ تر ملک کی زراعت، صنعت اور معاشی زندگی کی مجموعی ترقیات کا ہے جن کا مقصد انسانی معیار زندگی کو بلند کرنا ہے۔ حیدرآباد کے معاشرتی اور معاشی حالات اپنی امتیازی خصوصیات کے باوجود اسی قسم کے حال ہیں جو ہندوستان کے دیگر حصوں میں پائے جاتے ہیں مثلاً وہ قریب آبادی ہے جو کسی غذا بھی میسر نہیں اور جن کے وسائل محدود ہیں جہالت اور قابل انسداد امراض جو انسانی زندگی کی کثیر ہلاکت کے باعث ہیں اور جن کی وجہ سے چالو فرصت کی اہمیت پھیلی ہوئی ہے صنعتوں کی کمی جو تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو جذب کرنے اور زراعت پر جو دباؤ ہے اس سے نجات دلانے سے قاصر ہے۔ پرعزم طور پر عمل پیرا ہونے کا فقدان جس کی وجہ سے حیدرآباد کی زرعی معدنی و اشیاء خام کی پیداوار استعمال کرنے و ترقی دینے کی تحریک نہیں ہوتی۔ یہ خامیاں سارے ہندوستان میں پائی جاتی ہیں اور مختلف قطعات کے درمیان اگر کوئی فرق ہے تو وہ صرف درجہ کا ہے ایک بار جب یہ صاف طور پر سمجھ لیا جائے کہ ہمارا اصلی نظر کیا ہے تو یہ واضح ہو جائے گا کہ اس پیمانے پر کسی منصوبہ بندی کو کامیاب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ حکومتی اور غیر سرکاری سرگرمیوں کے تمام شعبوں پر حاوی ہو اور اس کو لوگوں کی معاشی اور اشتراکی عادات و اطوار سے قریبی تعلق ہو۔

حکومت ہند نے حال ہی میں ایک علٰحدہ محکمہ تنظیم و ترقی مابعد جنگ قائم کیا ہے اور اس کو سر آردیشر دلال کے تفویض کیا ہے جو اعلیٰ درجہ کے ماہر نظم و نسق و ماہر صنعت ہیں اور اس کے سوا "بمبئی کے منصوبہ" بنانے والے تنظیم مابعد جنگ کے دستخط کنندگان میں سے ایک ہیں۔ مختلف صوبہ واری اور دوسری حکومتیں بھی ان مسائل کے حل کی طرف قدم بڑھا رہی ہیں۔ اس بدیہی نتیجے پر پہنچنے کے لئے کچھ زیادہ تحقیق یا کسی مرتب استدلال کی ضرورت نہیں ہے کہ ہندوستان کا کوئی حصہ اس کے دوسرے حصوں کے مقابلہ میں پیچھے نہیں رہ سکتا یا یکہ و تنہا ترقی کی جانب قدم اٹھانے سے اپنے کو باز نہیں رکھ سکتا۔ کامیابی کی لازمی شرط اولیں یہ ہے کہ بالعموم ہندوستان کی تمام حکومتوں کا ایک متفقہ مقصد ہو جس کا مشترک نصب العین ایک ہی ہو خواہ محض مقامی حالات کے مطابق کام اور عمل کے طریقوں میں فرق ہو۔ مشترک مفاد کی خاطر ضروری ہے کہ کوششوں میں اتحاد عمل ہو تمام علم اور خیالات میں اشتراک ہو اور تکرار عمل سے اجتناب ہو۔ فنی لوگوں کی محدود تعداد کے مد نظر ہندوستان کا کوئی حصہ اپنے وسائل کو ضائع نہیں کر سکتا اور نہ اس کی کوشش کرے گا کہ تمام معاملات میں وہ خود مکتفی ہو۔ نہ صرف غیر ممالک کے ان ماہروں سے فنی مشورہ اور رہنمائی حاصل کرنے کے معاملے میں جنہیں حکومت ہند نے مختلف محکمے امور کرنے والے ہیں بلکہ مشنری اور آلات کی تقسیم حاصل کرنے اور نئی صنعتوں کے انصرام میں نوجوانوں کو بیرون ملک میں تربیت دلانے اور زرعی و صنعتی ترقی کے اولو العزم پروگرام کو روبہ عمل لانے کے لئے سہولتیں بہم پہنچانے میں بھی ہندوستانی صنعتوں کا بہت بڑا انحصار حکومت ہند کے اشتراک عمل پر ہوگا۔ اس کے علاوہ صنعتوں کی مناسب اور منصفانہ تقسیم بھی ضروری ہے جو محض اس بنا پر نہ ہو کہ کوئی خاص وحدت کسی خاص صنعت کے قیام کی خواہشمند ہے بلکہ اس لئے بھی کہ ایسی صنعتیں موثر اور مسابقتی اساس پر ان کی موزونیت اور ماہیت کے لحاظ سے چلائی جا سکیں۔ ایسے علاقوں میں صنعتوں کو مرکوز کرنے کا رجحان صریحاً غلط و غیر فطری ہے جہاں کوئی خاص قدرتی سہولتیں موجود نہیں۔ اگر اس جنگ سے کوئی سبق حاصل کرنا مقصود ہے تو ملک کی آئندہ ترقی کے نقطہ نظر سے اور لوگوں کے مفاد کی خاطر صنعتوں کو منتشر کیا جانا چاہئے۔ حیدرآباد کے لئے یہ اصول خاص اہمیت رکھتا ہے جو اگرچہ صنعتی حیثیت سے پیچھے ہے مگر قدرت نے اسے خام اشیاء، معدنی وسائل اور برقابی قوت پیدا کرنے اور آبپاشی کے لئے پانی فراہم کرنے کے ذرائع سے مالا مال کر رکھا ہے اور اس لئے ضرورت ہے کہ حیدرآباد کی بہتری کے لئے اور بالآخر سارے ملک کی بھلائی کے واسطے اپنا معاشی مستقبل بنانے میں ہر قسم کی حمایت اور سہولت بہم پہنچائی جائے۔ اس معاملے میں جو صنعتی پست علاقوں یا ہندوستانی ریاستوں کو ہوں وہ بلاشبہ جب متعلقہ ارباب حل کے سامنے پیش ہوں گے تو ہمدردانہ اور جرأت آمیز طرز عمل سے سنے جائیں گے جس کا مقصد یہ ہوگا کہ ایسے پست علاقوں کی ہمت افزائی ہو جو اپنے وسائل کو ترقی دینا چاہتے ہوں خفیف رقابتیں صوبہ واری پالیسی ملکی اتفاق قطعاً نظر انداز کر دئے جانے چاہئیں اور مسئلے کے حل کے لئے وسیع النظری کو کام میں لایا جانا چاہئے۔

تنظیم مابعد جنگ کی مجالس نے اب تک جو رپورٹیں پیش کی ہیں وہ حسب ذیل امور سے متعلق ہیں۔ معدنی وسائل کا استعمال، زراعت کی اصلاح و ترقی، غذا پیدا کرنے والی اشیاء کی پیداوار اور بڑی آبپاشی کی بڑی سکیمات کی ترقی مثلاً تنگبھدرا اور کرشنا، دیہی علاقوں میں گھریلو صنعتوں کا قیام، رستے، ترقی پیداوار، تحرک اور کھاد کی فراہمی، انسداد امراض کے لئے صحت عامہ کے اداروں کی توسیع، موجودہ شفاخانوں کی توسیع، نئے شفاخانوں اور زچگی خانوں کا قیام، امراض بہبودی اطفال، تجربہ خانے، امراض خبیثہ کے علاج کے لئے مراکز اور دیسی ادویہ کا زیادہ استعمال۔ اس کے سوا رپورٹ مذکور میں ان امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً جولاہوں اور صنعت دستی پارچہ بافی کی حالت میں اصلاح کارخانوں اور چھوٹے پیمانے کی نئی صنعتوں کا قیام، ذرائع آمد و رفت میں ترقی، قومی شاہراہوں کی تعمیر، اصلاح دیہات میں چھوٹی سڑکوں کی تعمیر، ڈاک خانوں اور ٹیلیفون کی سہولتوں میں توسیع، فنی اور صنعتی تعلیم کی ترقی، ابتدائی اور ثانوی تعلیم کی توسیع، برقابی قوت کی ترقی اور جاری صنعتوں کا قیام، پانی کے حصول کی اصلاح، سائنسی اور صنعتی تحقیقات کی ترقی، جنگ سے واپس ہونے والے سپاہیوں اور فنی واقفوں کا انتخاب اور ان بڑے منصوبہ جات کے لئے تقسیم مہیا کرنے کے لئے مجالس کا کام ابھی جاری ہے اور ان کی تجاویز پوری توجہ کے ساتھ زیر جانچ ہیں۔

جو مقاصد اوپر بیان کئے گئے ہیں وہ بنیادی

اور معاشی و معاشرتی زندگی کے تقریباً تمام شعبوں پر حاوی ہیں۔ ان مقاصد کے حصول اور انہیں کامیابی کے ساتھ روبہ عمل لانے میں کثیر مصارف در پیش ہوں گے اور لوگوں کے عادات اور رواجوں میں مداخلت بھی ہوگی۔ اگر ریاست کے قدیم طریقوں کو بحال رکھا جائے اور اگر ہم اپنے آپ کو ان ہی قدیم طریقوں کا پابند رکھیں جو آمدنی بڑھانے کے لئے اب تک اختیار کئے جاتے رہے ہیں تو کوئی ترقی ممکن نہ ہوگی۔ اور نہ اس صورت میں بھی کوئی ترقی ممکن ہوگی جب قدیم روایات اور رواجوں کی تقدیس کو خواہ وہ کتنی ہی غیر موزوں اور کتنی ہی مضر کیوں نہ ہوں برقرار رکھا جائے۔ بہتر معیشت کے لئے ایثار درکار ہے۔ لوگوں کی عادات اور رواجوں میں مداخلت کرنی پڑتی ہے اور محصول اور کاشتکاران پر مزید بار عائد ہوتا ہے۔ اگر معاشی لحاظ سے خوشحال حیدرآباد کا نصب العین ہی باشندگان ملک کے معاشی اور معاشرتی زندگی کا معیار بلند تر ہو ہمیں جلد معلوم ہوتا ہے تو یہ لازم ہے کہ ملک کے محروم لوگ بلا لحاظ مذہب و ملت اس بوجھ کو برداشت کریں اور ایثار اور ضروری قربانی کے لئے تیار ہو جائیں۔ بغیر محنت و مشقت و عزم صمیم اور جدوجہد کے منزل مقصود تک پہنچنے کا خیال بھی بے سود و بیکار ہے۔

اسکیموں کی ابتدائی تحقیق اور سرسری جانچ اور تشکیل سے پتہ چلتا ہے کہ آئندہ دس سال میں ان اسکیموں پر مصارف کی تعداد تقریباً (۱۱۵) کروڑ ہوگی جو مملکت حیدرآباد کی عام آمدنی کی چار گنی ہے۔ ماہروں کی تحقیقات جانچ پڑتال سے ظاہر ہوتا ہے کہ اتنی بڑی رقومات کا مہیا کرنا صرف اسی وقت ممکن ہے جب کہ عوام اس کا تہیہ کریں۔ اور ضروری قربانیاں کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ محصول کے باوجود میں اضافہ ہوگا اور لوگوں کے عادات و اطوار میں مداخلت ہوگی۔ یہ ضروری ہے کہ عام پبلک تنظیم ما بعد جنگ کے ابتدائی معاشی اور معاشرتی مقدرات کو صحیح طور پر سمجھے اور محسوس کرے۔

حیدرآباد میں ایک ایسی چیلنج ہے کہ جاگیرداروں مستاجروں اور دوسروں کے پاس ملک کا (۳۳) فیصد رقبہ ہے اور وہ بہ حق مالکانہ [illegible] محصولات مملکت کو نہیں ادا کرتے ہیں۔ بعض جاگیرداروں کے وسائل محدود ہیں اور یہ ہرگز مناسب نہ ہوگا کہ تنظیم ما بعد جنگ میں جو وسیع تر معاشی اور دوسری رفاہی خدمات شامل ہیں ان کے مصارف کا بار بالکلیہ صرف ایسے جاگیرداروں ہی پر ڈالا جائے جن کے وسائل محدود ہیں۔ ان کے [illegible] کو پورا کرنے کے لئے حکومت کو محصولات [illegible] اختیار کرنا ہوگا۔ [illegible] حکومت جاگیرداروں سے ایسی ترجیحوں کی طالب ہوگی جن کی اطاعت [illegible] کے بموجب جاگیروں میں رفاہی اداروں اور نظم و نسق کے سلسلوں کو قائم کیا جائے۔ حضرت اقدس و اعلیٰ کے عالم فرمان مبارک مورخہ ۱۹ اور ۲۳۔ جمادی الثانی [illegible] پر عمل کے لئے [illegible]

تنظیم ما بعد جنگ کے سلسلہ میں بنا سرمایہ [illegible] کی

تربیت کے ہیں اب اور تنظیم ما بعد جنگ کے درمیان جو وقفہ باقی رہے گا چاہئے کہ اس میں ہم اپنی تیاریاں مکمل کر لیں۔ چاہے سر تعلیم ہی اور یا صحت عامہ کی توسیع یا صنعتوں کے قیام سے متعلق کوئی اسکیم اس وقت تک آگے نہیں بڑھ سکتی جب تک کہ اس غرض کے لئے تربیت یافتہ اور فنی عملہ کافی تعداد میں دستیاب نہ ہو۔ ڈاکٹروں، صحت عامہ سے متعلق کام کرنے والوں، انجنیروں اور تربیت یافتہ اساتذہ کی جو قلت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ جو کام ہمارے پیش نظر ہے وہ اتنی تعداد میں تربیت یافتہ آدمیوں کا طالب ہوگا جس کا پہلے کبھی شان و گمان بھی نہ تھا۔ اس لئے یہ لازم آتا ہے کہ متعدد ٹریننگ کالج قائم کئے جائیں۔ ہمارے انجنیری اور میڈیکل کالجوں کی پیداوار میں اضافہ کیا جائے اور [illegible] صحت سے متعلق کام کرنے والوں کے تربیتی مراکز قائم کئے جائیں اور ہندوستان یا بیرون ہندوستان جو سہولتیں حاصل ہیں ان سے فائدہ اٹھایا جائے اور موزوں و قابل نوجوانوں کو تربیت کے لئے بھیجا جائے۔ ایسی تربیت کے مصارف کی ادائی کے سوال سے [illegible] میں کوئی خاص گنجائش نہیں رکھی گئی ہے کیونکہ یہ تجاویز ابھی حکومت کے زیر غور ہیں اور اس غرض کے لئے محاصل پر مزید بار ڈالے بغیر مصارف کی ادائی [illegible] تنظیم ما بعد جنگ کی گنجائش سے ممکن ہونا چاہئے۔

نمائش مصنوعات مملکت آصفیہ

حیدرآباد۔ ۶ آذر۔ [illegible] نمائش کے ہر سال نمائش مصنوعات کے موقع پر حضرت جلالت مآب [illegible] اعلیٰ حضرت [illegible] کی رونق افروزی [illegible] نمائش کی سرفرازی کا موجب رہی اور [illegible] نمائش کی [illegible] بھی رونق افروزی [illegible] کی [illegible] ہے۔ مجلس نمائش نے ہر سال راجہ دین دیال [illegible] شرف و رود شاہانہ سے متعلق [illegible] مجلس نمائش نے ہر سال کے واقعات تشریفات شاہانہ کو بڑی تفصیل سے قلم بند کیا ہے۔

چنانچہ اس سال ایک مصور منظوم نمائش کی [illegible] والتفات نمائش مصنوعات مملکت آصفیہ کے افتتاح کے عمل میں آ رہی ہے۔ ناظم صاحب سررشتہ اطلاعات نے اس خصوص میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔

گزشتہ نمائش مصنوعات مملکت آصفیہ میں [illegible] اور سررشتہ [illegible] شرکت کی ہے [illegible] سال گزشتہ ایک سوالنامہ [illegible] اجرائی [illegible] کے معائنہ کی بدولت بڑی دلچسپ اور [illegible] معلومات اور اطلاعات جمع کی گئی ہیں۔ چنانچہ اب [illegible] میں مرتب کر لیا گیا ہے اور ساتویں نمائش کے افتتاح کے موقع پر اس مجموعہ معلومات و اطلاعات کی اشاعت کا انتظام ہوگا اس کو [illegible] نمائش [illegible] سوم

کرنے کی غرض سے بنائے نمائش کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

مولوی شہاب الدین خان صاحب اول تعلقدار ناندیڑ اور اسپیشل افسر صاحب نوآبادیات نظام ساگر نے مصنوعات و ترقیات ضلع ناندیڑ اور ترقیات نظام ساگر کے [illegible] کے لئے ساتویں نمائش مصنوعات مملکت آصفیہ کے شعبہ ترقیات نظم و نسق سرکار عالی میں اسٹال محفوظ کرائے ہیں۔

سررشتہ اطلاعات نے سال حال مملکت حیدرآباد کے متعلق ایک فلم لینے کا انتظام کیا تھا۔ یہ حیدرآباد کے [illegible] جغرافی، تاریخی حالات کا گویا ایک چلتا پھرتا نقش ہے۔ جشن سیمیں شاہانہ کے موقع پر جو فلم لیا گیا تھا اس کی گویا اشاعت [illegible] ہے۔

ساتویں نمائش مصنوعات کے موقع پر یہ فلم شعبہ تفریحات میں دکھایا جائے گا۔ نیز وہ فلم بھی جو ہر سال افتتاح نمائش [illegible] شاہانہ کے موقع پر لئے جاتے رہے ہیں۔

زرعی کالج

آئندہ سال تعلیمی سے تعلیم کا آغاز

حیدرآباد۔ ۶ آذر۔ حیدرآباد میں ایک زرعی کالج کے قیام کی اسکیم جو [illegible] صاحب [illegible] سروانی نے پیش کی حکومت اس پر فوری عمل کرنے کے متعلق غور کر رہی ہے۔

مجوزہ کالج کا مقصد ہے طلبہ کو ایسی تعلیم دلانا ہے کہ وہ ما بعد جنگ زرعی ترقیات کی منصوبہ بندی کا کام [illegible] انجام دے سکیں۔ اب تک حکومت سرکار عالی [illegible] طالب علموں کو ہر سال [illegible] سے متعلقہ زرعی کالجوں کو روانہ کیا کرتی تھی [illegible] دشواری ہوتی تھی [illegible] یہ محسوس کیا ہے کہ مستقبل میں حیدرآباد کی طلبہ کو اس محدود [illegible] حاصل نہ ہوگا اس لئے خود [illegible] زیادہ تعداد میں زرعی تعلیم کی ضرورت ہوگی [illegible] کہ وہ خود اپنے زرعی ترقیات کے منصوبوں پر عمل کر سکے۔

موجودہ صورت میں اس کا انتظام کیا جا رہا ہے کہ ساٹھ یا ستر طلبا کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ تعلیم کا نصاب [illegible] پر مشتمل ہوگی [illegible] انٹرمیڈیٹ کامیاب [illegible] سائنس [illegible] زراعت [illegible] اجازت دی جائے گی۔

اس کی کوشش کی جا رہی ہے کہ جون [illegible] سال تعلیمی سے کورس کا آغاز کیا جائے۔

جدید مصری کابینہ کی تشکیل

اتحادِ عرب کے لئے کام کرنے کا ارادہ

قاہرہ ۔ ۹ ر اکتوبر ۔ مصر کے نئے وزیر اعظم نے جو سعادی پارٹی کے لیڈر ہیں اپنی کابینہ کی تشکیل عمل کرلی ہے۔ کابینہ میں سوائے وفدی جماعت کے جس کے لیڈر سابق وزیر اعظم نحاس پاشا ہیں اور جن کو شاہ فاروق نے برخواست کردیا ہے ۔ باقی تمام جماعتوں کے نمائندے شامل ہیں۔ عہدہ کا جائزہ لینے کے بعد مصر پاشا نے اپنے پہلے بیان میں اسبات کا اظہار کیا ہے کہ وہ اتحاد عرب کے لئے کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انھوں نے برطانیہ عظمیٰ سے قریبی اتحاد کے لئے بھی اپیل کی۔

اتحاد عرب کی داغ بیل

مصر کے سابق وزیر اعظم نحاس پاشا اتحاد عرب کے رکن اعظم تھے چنانچہ انکی برطرفی کے بعد جدید وزیر اعظم نے اس مسئلہ میں کام کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

ممالک کے درمیان باہمی رابطہ اس وقت تک کمزور سمجھا جاتا ہے جب تک اس سے پہلے اقتصادی اور ثقافتی تعلقات قائم نہ ہوجائیں۔ مشرق وسطیٰ کے لوگوں کے متعلق یہ امر بالکل عیاں ہے کہ خواہ ان کے سیاسی اختلافات کیسے ہی کیوں نہ ہوں ان سب کا ثقافتی ورثہ مشترک ہے ۔ اور بیشتر سماجی اور اقتصادی مسائل ان کو درپیش ہیں ۔ ان کو انہیں پورا احساس ہے ۔ یہی وہ احساس ہے جس نے انہیں اسبات پر آمادہ کردیا ہے کہ وہ ایک جگہ جمع ہوکر دوستانہ بحث و تمحیص کے ذریعہ اپنے مسائل حل کرنے کی کوشش کریں۔ اتحاد عرب کی ابتدائی کانفرنس کا اجلاس اسکندریہ میں شروع ہوچکا ہے ۔ اس کانفرنس کے انعقاد سے پہلے ثقافتی سائنسی اور اقتصادی امور میں اتحاد عرب کے لئے داغ بیل ڈال رہی ہے

اتحاد کا پس منظر

مصر کی آبپاشی سوسائٹی اور ثقافتی تعاون کا ادارہ ممالک مشرق وسطیٰ کی سالانہ کانفرنسیں منعقد کرتا ہے ۔ اس کے علاوہ مشرق وسطیٰ کے بہلائی کے زیر اہتمام نہایت اہم کانفرنسیں منعقد کی گئی ہیں۔ فروری کی سنہ ۔ میں قاہرہ میں ایک کانفرنس زراعت سے متعلق منعقد کی گئی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مستقل طور پر مشرق وسطیٰ کی زرعی کونسل قائم کردی گئی ۔ دوسری کانفرنس مالیات کے متعلق قاہرہ ہی میں سنہ ۔ میں منعقد ہوئی تھی ۔ اگست سنہ ۔ میں دمشق میں عرب دکلاء کی کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں کارآمد فیصلے کئے گئے قانونی اصطلاحات اور قواعد و قوانین خصوصاً تجارتی قوانین میں ربط قائم کرنے کے لئے بھی فیصلہ کیا گیا ۔ فی الحال دو مرکزی کانفرنس اور دیگر تین نئی کانفرنسوں کے انعقاد کی تیاریاں ہو رہی ہیں جن میں سے ایک خواتین سے متعلق ہے دوسری جرنلسٹوں سے اور تیسری اقتصادی ماہرین سے تعلق رکھتی ہے۔ اس پس منظر میں اتحاد عرب کی ابتدائی کانفرنس ہے جس کا اجلاس آج کل ہو رہا ہے حقیقی نتائج پیدا ہونے کی توقع ہے جو ناقابل عبور مشکلات اتحاد کی راہ میں حائل تھیں اور ہو گئی ہیں۔

یم ۔ ین ۔ رائے، گاندھی اور موجودہ جنگ

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۴))

دروازہ پر نازی فوجی قوت نمودار ہوئی ایک سخت ترین تحریک شروع کر دی۔ اگر یہ تحریک کامیاب ہوجاتی تو ہندوستان پر جاپان کے جارحانہ اقدام میں سہولت کا باعث ہوتا۔

اسٹالن گراڈ پر دسمبر سنہ ۱۹۴۲ء میں نازیوں کی پسپائی اور شکست اس فوجی کشمکش میں ایک فیصلہ کن لڑائی کی صورت میں نمودار ہوئی ۔ اور وہاں سے تیسری اور آخری جنگ کے دور کا آغاز ہوا۔ ہندوستان میں بھی تشدد پسندوں نے انقلابی تحریک قومی آزادی کے نام سے شروع کی ۔ یہ تحریک ناکام رہی ۔ اس تحریک کی ناکامی کے بعد جب یہ بات واضح ہوگئی کہ جنگ کا پلہ متحدین کی طرف جھک گیا ہے گاندھی جی نے اپنے اور اپنی جماعت کے موقف کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے جنگ میں امداد پر آمادگی ظاہر کی۔ انھوں نے اعلان کیا کہ کانگریس اس تحریک کی بالکل ذمہ دار نہیں ہے اور وہ برطانیہ کے بہترین دوست رہیں۔ وہ لیڈر جس نے کھلی بغاوت کا علم بلند کیا تھا اب وائسرائے بہادر سے شرف ملاقات حاصل کرنے کی التجا شروع کیا جس کو مسترد کردیا گیا۔

مابعد جنگ دور میں برطانوی سرمایہ دارانہ نظام برطانوی سیاست پر اپنا تسلط پہلے کی طرح قائم نہیں رکھ سکے گا۔ برطانوی سامراجیت جو برطانوی سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ کی کرتی ہے ایک ستیزہ عنصر کی حیثیت سے زیادہ عرصہ تک محفوظ نہیں رکھی جاسکتی۔ یہی برطانوی نظام ہے جس نے آزادی جمہور کے اٹھتے ہوئے قدم کو روکا ہے۔ ہندوستان کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے وہ قوم پرستوں کی منظم طاقت ہے جس کی رہبری گاندھی جی کر رہے ہیں اور جس کے سرپرست ہندوستانی سرمایہ دار ہیں ۔ ہندوستانی عوام کو اس طاقت کے خلاف اسی طرح جہاد کرنا ہے جس طرح ایک بین الاقوامی طاقت کا مقابلہ کر رہا ہے ۔ جب سے بین الاقوامی فسطائیت کی شکست کا یقین ہوچکا ہے ہندوستانی جد و جہد خاص طور پر اندرونی طبقہ واری کشمکش کی صورت اختیار کر چکا ہے ۔

(ملخص از مرحوم انڈین پینڈنٹ انڈیا)

اشتہار

حاضری مرافعہ علیہ مرتبہ عدالت دیوانی ضلع عثمان آباد۔ واقع سنہ ۵۳ ف

نمبر مقدمہ (۲۴) مرافعہ سنہ ۵۳ ف

باجلاس راجہ دھونڈیراج بہادر بی اے پارٹ ٹا ناظم ضلع

مرافع جسکابائی وغیرہ

بنام

مرافعہ علیہ بھگوان وغیرہ

دعویٰ :۔ ڈوری کی زائش (ملازمی) بحثیت

بنام :۔ سنکر ولد اشونت راؤ پٹواری قوم برہمن عمر ۲۵ پیشہ پٹوارگری ساکن گھر دیر ورہ کی تعلقہ عثمان آباد ۔ حال مقیم پارسی علاقہ حکمت دار بیگان باباصاحب ٹنڈکر بہرآن گلی

واضح ہو کہ تمہارے نام ایک مقدمہ مرافعہ دیوانی کا دائر کیا ہے جس میں تمہارے نام متعدد مرتبہ سمن جاری ہوئے لیکن تمہارا پتہ نہ چلنے سے تعمیل نہیں ہوسکی چناچہ مرافعہ گذار نے ذریعہ اشتہار اطلاع دینے کی استدعا کی ہے لہذا ذریعہ ہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم بتاریخ مردی سنہ ۵۳ ف یوم (سہ شنبہ) بوقت ۱۰ بجے اس عدالت حاضر ہوکر اساتذہ یا وکلا پیش کرو بصورت غیر حاضری تمہارے حسب ضابطہ کارروائی کی جائے گی۔

آج بتاریخ مہر آبان سنہ ۵۳ ف میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تحریر دستخط — ثبت دستخط

منتظم عدالت ضلع — سیف دار

"حکومت سے معاملہ"

از

خواجہ بدیع الدین

(ایڈیٹر کا مضمون نگار سے متفق ہونا ضروری نہیں)

ذی الحجہ میں جلسہ تخت نشینی کے انعقاد کے ضمن میں انجمن پیشوایان مذاہب سے مجلس اتحاد المسلمین نے یہ سوال کیا تھا کہ وہ حکومت سے کس قسم کا معاملہ رکھتی ہے۔ جواب یہ دیا گیا کہ حکومت سے انجمن کا ایسا ہی معاملہ ہے جیسا کہ مجلس کا۔ اس جواب کا مطلب صاف طور پر اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ مالک کے ساتھ وفاداری میں جیسا کچھ معاملہ حکومت سے مجلس رکھتی ہے ویسا ہی انجمن بھی۔ کیونکہ تقریب مالک کے تخت نشینی کی تھی جلسہ اظہار عقیدت و وفاداری کا تھا جو اسی جذبہ محبت و عقیدت کے تحت منعقد ہوئی تھی۔ اور ارکان حکومت بھی اسی غرض واسطے شریک جلسہ ہوئے تھے اس حد تک معاملہ خواہ حکومت سے ہو یا رعایا سے ہو یا کسی سے بالکل صاف تھا اور صاف ہے۔ اس صاف اور شفاف معاملہ میں الجھن جو پیدا کی وہ صرف راما چاری جی کی تقریر تھی ایسے جلسہ میں جس کے مقاصد تخت نشینی کی مسرت اور مالک سے اظہار عقیدت و وفاداری تک محدود تھے راما چاری صاحب کو ایک بے محل و گستاخانہ تقریر کا موقع دیا جانے کی بنا پر شاید انجمن کی نسبت کسی معاملہ سازی کا گمان ہوا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ ہر شخص انجمن پیشوایان مذاہب کی مردم ناشناسی پر متاسف ہے اور یقین ہے کہ خود انجمن بھی اپنی اس نیک خیالی پر نادم ہوگی (جو وہ راما چاری صاحب کو بہ تعلق مذہبی اس ملک کے ایک پولیٹکل خاندان کا فرد اور اپنے مالک کے ساتھ جذبات عقیدت و وفاداری میں ثابت قدم تصور کرتے ہوئے ان کو دعوت تقریر دی تھی) مگر انہوں نے اس نیک خیالی اور سادہ دلی کی دعوت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ایسی نفرت انگیز الگی شرارت کی جو فرقہ داری آگ کو ہوا دینے کی موجب اور باہمی اتحاد کو برباد کرنے کی بنا ہے۔ ان کی تقریر سے مجمع میں ہیجان پیدا ہو رہا تھا جو محض حضور اعلیٰ حضرت نظام بہادر کی موجودگی کے باعث رکا ہوا تھا۔ تہ نشینوں سے مولانا شمس احمد صاحب مختار اور مولوی ابوالحسن صاحب ان کا جواب دینے اٹھے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت نظام بہادر نے ان کو اجازت نہ دی اور سب اچھا ہی ہوا ورنہ راما چاری کی تردید میں تقریر ہوتی تو ایک آدھ جھگڑے کی نوبت بھی آ جاتی خصوصاً ایسی صورت میں

کہ اس کے چند ہی روز پیشتر حضرت ظل سبحانی نے خسروانہ حکم سے خود کو صاف ارشاد فرما دیا ہے باوجود اس کے پھر اس بارے میں راما چاری جیسے ایک ملکی طالب گستاخی کرے ارباب حکومت کے نزدیک بطور رواداری قابل درگذر ہو تو ہو مگر پبلک ایسی رواداری کو نظم مملکت کے لئے سم قاتل اور دوسروں کی ہمت افزائی کے مترادف سمجھتی ہے۔ اس بارہ میں راما چاری صاحب کا حالیہ بیان عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ ایک مقامی اخبار کا یہ سوال کہ کیا یہ انجمن مجلس کے اغراض و مقاصد اور اس کے نصب العین وغیرہ سے متفق ہے اگر ہے تو اس کو مجلس میں ضم ہونا چاہئے بے محل ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ انجمن محض پیشوایان مذاہب کی ہے وہ کھلے خود پر [illegible] ہیں کہ ان کو سیاسی مسائل سے علحدہ رکھا جائے۔ اگر وہ بادشاہ کے ساتھ اظہار عقیدت و وفاداری کریں تو کیا اس کے یہ معنی لئے جا سکتے ہیں کہ وہ سیاسی مسائل میں مجلس کے رقیب یا رفیق ہیں یا اگر کوئی شخص یا جماعت اپنے بادشاہ سے اظہار وفاداری کرنا چاہے تو کیا اس کو مجلس میں آکر ہی ایسا کرنا چاہئے یا کیا مجلس کے باہر اظہار عقیدت کا لفظ زبان پر لانا مجلس کے مقابلہ میں کوئی جرم ہے اگرچہ مجلس کا معاملہ بھی تخت و تاج آصفی سے عقیدت کے بارے میں حکومت سے بالکل واضح اور صاف ہے تو اسی اصول مقدمہ کے تحت جتنے بھی افراد یا جماعتیں برسر عمل ہوں وہ سب قابل مبارکباد اور لائق تحسین تصور ہوں گے۔ یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ ملک کے سارے مسلمان کسی ایک جماعت کے اغراض و مقاصد اور اس کے نصب العین اس کے نعروں سے متفق ہوں۔ دنیا بھر میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہ بتلائی جائیگی کہ سارا ملک یا ساری قوم کسی ایک ادارہ یا جماعت کے نصب العین سے متفق رہی ہو۔ ایسی صورت میں اپنی قوم کے افراد کو مجبور کرنا کہ وہ کسی ادارہ کے تمام اغراض و مقاصد سے متفق ہوں مضحکہ خیز بات ہوگی۔ مجلس کا اولین مقصد تاج آصفی کی حفاظت و استحکام اور ذات شاہانہ سے عقیدت و وفاداری ہے۔ یہ مقصد جس طرح سے جس زبان سے جس پہلو سے ادا ہو ثابت ہونے دیجئے۔ اس سے مجلس کی شان میں

کچھ فرق نہیں آ سکتا بلکہ اس کے مقصد کو اور استحکام ہوگا ضرورت ہے کہ ایسے انشاء اللہ ان امور میں تو ایک دوسرے کے ہم قدم و ہم خیال رہیں۔ پیشوایان مذاہب کے اس جلسہ میں اتحاد المسلمین کے کسی کارکن کا شریک نہ ہونا جلسہ کی کامیابی و شان میں تو کوئی دھبہ نہ لا سکا کیونکہ جلسہ جشن بادشاہ کی ذات اقدس سے متعلق تھا جس میں محبت و عقیدت ہر فرد کو ایک ہی رشتہ میں باندھے ہوئے کشاں کشاں کھینچ کر لا رہی تھی البتہ اس سے مسلمانوں میں تفریق کا شک ضرور پیدا ہوا اور یہ عمل حالات زمانہ کے لحاظ سے سخت نامناسب اور فوری اصلاح کا مستوجب ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

گاندھی جناح مراسلت پر اردو اخبارات کے تاثرات

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۲))

کا حامی کہتا ہے وہ تشریح یہ ہے کہ گاندھی جی کو جناح صاحب سے ملنے پر بڑا جلال کیا۔ اب اس کی مرضی سے ہی اس کے جذبات کا اندازہ ہوتا ہے۔

— جناح گاندھی گفت و شنید ناکام انتہائی حیرت انگیز فیصلہ۔

پنجاب کے مسلمان اخبارات کا قریباً یہی [illegible] ان کی مرضیوں سے اس کی ہمت کا اندازہ ہوتا ہے [illegible] ایوسی کبھی خوشی کے نعرے بلند ہوتے ہیں۔ ایک نظم بھی پرتاب کا شائع ہوئی۔ جس کا عنوان ہے [illegible] اور آج گر زمان سے چھوٹا ہے اور یہ شعر ہے۔

شکر ہے جھگڑا بلبلا چھوٹا

گاندھی جناح کو جی کے جگ چھوٹا

اتحاد کے مخالفوں کی اس صف میں خان بہادر شیخ محمد جان صاحب سکریٹری مسلم مجلس نظر آتے ہیں جنہوں نے ہندو مسلم اتحاد کے متعلق ایک مضمون فرمایا ہے کہ جناح کو کانگرس کا [illegible] دوراندیش کو نیز [illegible]

(انجمن ۔ ۲ مئی)

احمد پریس چار مینار میں طبع ہو کر دفتر [illegible] آبجنہ آوجبے سے شائع ہوا۔